حیات ملک العلماء

ترتیب

ڈاکٹر مختار الدین احمد (علی گڑھ)

ادارہ معارف نعمانیہ
۳۲۳۔ شاد باغ، لاہور (پاکستان)

حیاتِ ملک العلماءؒ

ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری سابق پرنسپل
مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ تلمیذ و خلیفۂ خاص امام اہلِ سُنّت مجدد دین و ملت
اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرھما
کے حالاتِ مبارکہ اور کمالاتِ علمیہ کا ایک مختصر جائزہ

ترتیب

ڈاکٹر مُختار الدین احمد

ادارہ معارف نعمانیہ
۳۲۳۔ شاد باغ، لاہور (پاکستان)

سلسلۂ اشاعت نمبر ۵۸

نام کتاب : ـــــــــ حیات ملک العلماء

ترتیب : ـــــــــ ڈاکٹر مختار الدین احمد پی ایچ ڈی

سال اشاعت : ـــــــــ مئی ۱۹۹۳ء

تعداد : ـــــــــ گیارہ سو

ھدیہ : ـــــــــ دُعائے خیر بحق معاونین ادارہ

ناشر : ـــــــــ ادارہ معارف نعمانیہ

نوٹ : بیرون جات کے حضرات ۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے طلب کریں عطیات بھیجنے کے لیے

○ ادارہ معارف نعمانیہ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر ۴۱-۴-۱۵۰ حبیب بنک شاد باغ برانچ لاہور

ملنے کا پتہ : ادارہ معارف نعمانیہ ۳۲۲ شاد باغ لاہور ۵۴۹۰۰ پاکستان

ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین قادری

(حیات و تصانیف)

حیات :

ملک العلماء، فاضل بہار حضرت مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی، ہندوستان کے ان عالموں اور مصنفوں میں تھے جن کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی اور جن کی تصانیف سے ہندوستان اور پاکستان کے رہنے والے بڑی تعداد میں مستفید ہوئے۔ وہ ٹھوس علمی صلاحیت رکھنے والے کامیاب اور شفیق استاد، علمی تقریر کرنے والے شگفتہ بیان مقرر، دل نشیں باتیں کرنے والے مؤثر واعظ، اپنے منطقی و علمی استدلال سے فریق کو لاجواب کر دینے والے مناظر، اور پچاسوں کتابوں کے نامور مصنف تھے جن کی تالیفات و تصنیفات کا دائرہ وسیع تھا اور بہت سے علوم و فنون پر مشتمل۔ اگر وہ کم عمری میں ذہین، طباع اور سخت جد و جہد کرنے والے طالب علم تھے تو اپنے عہد شباب و کہولت بلکہ کبر سنی میں بھی جفاکش استاد اور سرگرم عمل مصنف رہے۔ وہ عالم باعمل تھے، شریعت کے سخت پابند، طریقت کی راہ کے مجاہد، اور حبِ رسول میں سرشار۔ ان کی زندگی کا نظام الاوقات سخت منضبط تھا۔ انھوں نے اپنے اوقات اس طرح تقسیم کر رکھے تھے کہ گوناگوں مشغولیات کے باوجود ان کا خاصا وقت وظائف و اوراد اور یادِ الٰہی کے لیے مخصوص تھا۔

ان کے اساتذہ میں اگر ایک طرف حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی اور حضرت مولانا احمد حسن کانپوری رحمہما اللہ تعالیٰ تھے تو دوسری طرف حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین فاروقی کے تلامذۂ خاص، مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی اور مولانا حامد حسن رام پوری کے اسمائے گرامی بھی نظر آتے ہیں، لیکن جس ذات گرامی سے انھوں نے سب سے زیادہ علمی فیوض حاصل کیے وہ اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کی صحبت بابرکت میں وہ برسہا برس رہے اور جن سے یہ عزیزوں کی طرح ملتے رہے اور وہ خاندان کے بزرگوں کی طرح شفقت فرماتے رہے۔ ان دونوں کے گہرے تعلقات اور قلبی روابط کا اندازہ کچھ ان مکاتیب و مفاوضات سے ہو سکتا ہے جو شفیق استاد نے اپنے لائق شاگرد کو لکھے ہیں اور جن میں وہ انھیں کبھی "ولدی الاعز" "میرے عزیز ترین بیٹے" لکھ کر مخاطب کرتے ہیں، کبھی انھیں "حبیبی و ولدی وقرۃ عینی" کبھی "ولدی وقرۃ عینی" "برادر دینی و یقینی" کبھی "ولدی اعزک اللہ فی الدنیا والدین" لکھتے ہیں تو بعض خطوں میں "ولدی الاعز حامی السنۃ ماحی الفتن"۔ ایک خط میں "جان پدر بلکہ از جان بہتر" لکھ کر خطاب فرماتے ہیں۔

فاضل بریلوی کے دل میں اپنے شاگرد کی کیا قدر و عزت اور کیسی محبت تھی اس کا اندازہ ان کے اس مکتوب سے ہوتا ہے جو انھوں نے ان کے بارے میں خلیفہ تاج الدین احمد ناظم انجمن نعمانیہ ہند لاہور کو اپنی رحلت سے بارہ سال پہلے ۵ شعبان المکرم ۱۳۲۸ھ کو تحریر کیا ہے :

"..... مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہٗ فقیر کے یہاں کے اعز طلباء سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی

کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتا میں میرے معین ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا :

(۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں،

(۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں،

(۳) مفتی ہیں،

(۴) مصنف ہیں،

(۵) واعظ ہیں،

(۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں،

(۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم، علما، بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کی اور رسات صاحب بنانا چاہے جن میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اوس کی صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انھوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب ونصف النہار ہر روز و تاریخ کے لیے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے بھی بناتے ہیں۔

فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انھیں آپ کے لیے پیش کرتا ہے۔" (مکاتیب ملک العلماء، قلمی)

ایک بار یہ عزیز شاگرد و مسترشد جب بعض خاندانی علائق اور دنیوی مصائب میں گرفتار تھے، اپنے استاد اور پیر و مرشد سے اپنی پریشانیوں کا اظہار کرتے ہیں تو وہ ان الفاظ میں تسلی دیتے ہیں :

" . . . . . آپ کا خط در بارۂ پریشانی دنیا آیا تھا . . . . اوس خط کے جواب میں یہ چاہا تھا کہ آیات و احادیث در بارۂ ذم دنیا و منع التفات بہ تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں، مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں۔ فلاں کو دست غیب ہے، فلاں کو حیدرآباد میں رسوخ ہے، یہ تو دیکھا مگر یہ نہ دیکھا کہ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السنۃ ہے، اون کے پاس علم نہیں یا علم مضر ہے۔ اب کون زائد ہے؟ کس پر نعمت حق بیشتر ہے؟ بشرط ایمان وعدۂ علو و غلبہ باعتبار دین ہے نہ یہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو تفوق رہے۔ دنیا سجن مومن ہے سجن میں جتنا آرام مل رہا ہے کیا محض فضل نہیں۔ دنیا فاحشہ ہے اپنے طالب سے بھاگتی اور ہارب کے پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے۔" (مکاتیب ملک العلماء، قلمی)

شفیق استاد و مرشد اسی پر بس نہیں کرتا، وہ کچھ رقم بھی اخراجات کے لیے بھیجتے ہوئے لکھتا ہے :

"مولیٰ عزّ و جلّ پر توکل کر کے قبول کر لیجیے"[1] وہ کریم اکرم الاکرمین برکات وافرہ عطا فرمائے، اور آپ کو دین سے اور دین کو آپ سے نفع موزر پہنچائے۔ آمین آمین بجاہ الکریم المعین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلاۃ والتسلیم۔"

یہ تو نثر ہوئی اب نظم دیکھیے۔ فاضل بریلوی کا رسالہ الاستمداد (۱۳۳۷ھ) تین سو ساٹھ اردو اشعار کا قصیدہ ہے جس میں ۱۳۲ قافیے تو اصلاً مکرر نہیں، باقی میں یہ التزام ہے کہ کوئی قافیہ نو شعر سے پہلے مکرر نہ ہو۔ اس میں عنوان "ذکر اصحاب و دعائے احباب" کے تحت ۱۲ اشعر درج ہیں جن میں اپنے مخصوص خلفا و تلامذہ کا ذکر ہے۔ چند شعر یہ ہیں :

تیرے رضا پر تیری رضا ہو	اُس سے غضب تھراتے یہ ہیں
بلکہ رضا کے شاگردوں کا	نام لیے گھبراتے یہ ہیں
حامد منی انا من حامد	حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں

[1] دس دس روپے کے یہ نوٹ فاضل بریلوی کے وصال کے بیسوں سال بعد میں نے والد مرحوم کے قلمدان میں ایک لفافے میں حفاظت سے رکھے ہوئے دیکھے تھے۔ انھوں نے انھیں اپنے استاد کی محبت و شفقت کی یادگار سمجھ کر بطور تبرک محفوظ رکھ چھوڑا تھا۔

عبد سلام سلامت جس سے — تخت آفات میں آتے یہ ہیں
میرے ظفر کو اپنی ظفر دے — اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، مولانا "عبد الاسلام" عبد السلام جبل پوری کے بعد ملک العلما فاضل بہار کا ذکر انھوں نے فرمایا ہے۔ ان تین ناموں کے بعد علی الترتیب صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی، سید العلما، مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی اور پھر مولانا احمد اشرف، مولانا دیدار علی شاہ، مولانا احمد مختار، مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی، مولانا عبد الاحد پیلی بھیتی، مولانا رحیم بخش، مولانا حاجی لعل خاں، مولانا مصطفیٰ رضا خاں، مولانا برہان الحق عبد الباقی جبلپوری، مولانا شفیع احمد بیسلپوری مولانا حسنین رضا خاں بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی آتے ہیں، اور آخر میں ان سبھوں کے لیے دعائے خیر:

ان پہ کرم رکھ سر پہ قدم رکھ — تیرے ہی کہلاتے یہ ہیں
تیرے گدا ہیں تجھ پہ فدا ہیں — تیرا ہی کھاتے گاتے یہ ہیں

مولانا ظفر الدین قادری کے مورث اعلیٰ سید ابراہیم بن سید ابوبکر غزنوی ملقب بمدار الملک و مخاطب بملک بیا ہیں[1]۔ ان کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ سید ابوبکر غزنی کے رہنے والے تھے، وہ غزنی سے تین فرسنگ کے فاصلے پر بمقام بت نگر مدفون ہیں۔ سید ابراہیم، غزنی سے سلطان فیروز شاہ کے عہد (۷۵۲-۷۹۰ھ) میں ہندستان پہنچے اور یہاں آکر شاہی فوج میں ملازم ہو گئے۔ وہ عمر بھر جنگی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے اور بالآخر ۱۳ ذوالحجہ ۷۵۳ھ کو قلعہ رہتاس (شاہ آباد، بہار) کی جنگ میں شہید ہوئے۔ قصبۂ بہار شریف (جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۸۲ھ آسودہ ہیں) کی ایک بلند پہاڑی پر سید صاحب کا مقبرہ ہے جس پر قدیم عالی شان گنبد تعمیر ہے۔ یہ جگہ اب بھی زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ مقبرے کی دیواروں پر فارسی کے دو قدیم تاریخی قطعات منقوش ہیں۔ سید ابراہیم کا سلسلہ چھ واسطوں سے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تک اس طرح پہنچتا ہے: سید ابوبکر غزنوی، بن سید ابو القاسم عبد اللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابو المنصور عبد السلام بن سید عبد الوہاب بن شیخ محی الدین عبد القادر حسنی و حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مولانا کا خاندان عرصے سے نالندہ اور راجگیر کے قریب رسول پور میجرا میں آباد ہو گیا تھا۔ ان کے والد ملک عبد الرزاق، دادا ملک کرامت حسین، پردادا ملک احمد علی اور تجھڑ دادا ملک غلام قادر سب وہیں کے قبرستان میں آسودہ ہیں۔ ملک غلام قادر کی بلند پختہ قبر ابھی حال تک موجود تھی، افسوس اس کا کتبہ باقی نہیں رہا جس سے تاریخ وفات معلوم ہوتی۔ آبا و اجداد کی وسیع اور شاندار حویلی کی بنیادیں اور کچھ آثار ۱۹۴۷ء تک محفوظ تھے۔ ملک عبد الرزاق کے اولادِ نرینہ میں صرف محمد ظفر الدین تھے، جو بعد کو ملک العلما، فاضل بہار مولانا ظفر الدین قادری رضوی کے نام سے مشہور ہوئے۔

محمد ظفر الدین، رسول پور میجرا ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ) صوبۂ بہار میں، ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء[2] کو صبح صادق کے

---

[1] کہا جاتا ہے کہ سید ابراہیم کو "ملک بیا" (جو عوام میں "ملک بیّو" ہو گیا ہے) کا خطاب بادشاہ وقت کا دیا ہوا ہے۔ اس خانوادے کے لوگ اسی زمانے سے اپنے کو سید کے بجائے "ملک" کہلانا پسند کرتے ہیں۔ عموں میں کچھ لوگ "ابراہیمی" لکھتے ہیں۔ والد نے ایک خط میں مجھے لکھا تھا: "حضرت سید ملک بیا غازی کے والد ماجد غزنوی تھے اور حضرت سید ابراہیم بھی غزنی ہی سے تشریف لائے تھے اس لیے اگر ملک حضرات ابراہیمی لکھنے کے عوض "غزنوی" لکھیں تو کیا مضائقہ ہے"۔ (مکاتیب ملک العلما، قلمی)

[2] ان کی کتاب یادداشت میں ایک جگہ ان کے قلم سے تاریخ ولادت ۱۴ محرم الحرام مطابق ۲۲ اکتوبر لکھا ہوا ملتا ہے، جو مشہور تاریخ ولادت سے ۳ دنوں کا فرق ظاہر کرتا ہے۔

وقت پیدا ہوئے۔ خاندان کے بعض لوگوں نے عبد الحلیم نام تجویز کیا، والد ماجد نے جو بچوں کے تاریخی نام رکھنے کا ذوق اور فن تاریخ گوئی میں اچھی لیاقت رکھتے تھے، باعتبار فصلی کہ نواح عظیم آباد پٹنہ میں زیادہ تر وہی رائج تھا، تاریخی نام غلام حیدر اور مختار احمد تجویز کیے۔ دوسرے اعزا کی خواہش تھی کہ ہمارے رکھے ہوئے نام سے پکارے جائیں، آخر اذا تعارضا تساقطا پر عمل ہو کر ظفیر الدین نام پر اتفاق رائے ہوا اور وہ عرصے تک اسی نام سے پکارے جاتے رہے، جب وہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز کے شاگرد ہوئے تو انھوں نے ظفیر الدین پر ظفر الدین کو ترجیح دی۔ رسالۂ اقلیدس کا خطی نسخہ کتب خانۂ خاص میں محفوظ ہے جو شعبان ۱۳۲۲ھ کا مکتوبہ ہے اس کے آخر میں "بید الفقیر محمد ظفر الدین" لکھا ہوا ملتا ہے ۱۳۲۳ھ کی ان کے قلم کی ایک تحریر میں "ظفر الدین احمد" درج ہے[1] اب کہ وہ "محمد ظفر الدین" لکھتے رہے اور اسی نام سے وہ مشہور ہوئے۔ ان کی کنیت ابو البرکات ہے جیسا کہ متعدد استفتا کے جوابات اور ان کی مملوکہ کتابوں میں ثبت کی ہوئی مہر سے معلوم ہوتا ہے۔ بریلی کے قیام کے دوران کی تحریروں میں کہیں کہیں عبید المصطفےٰ کا اضافہ بھی نظر آتا ہے۔

مولانا کے والد ماجد ملک عبد الرزاق اشرفی اپنے گاؤں میں پابندی صوم و صلوٰۃ اور ریاضت و مجاہدے میں مشغول رہنے کے سبب بہت قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وہ حضرت شاہ چاند بیتھوی کے مریدین و مستفیدین میں تھے۔ وہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں[2]: "حضرت شاہ غلام رسول، حضرت سلطان اشرف جہانگیر کی اولاد میں تھے، ان کے صاحب سجادہ شاہ چاند صاحب تھے جو میرے والدین رحمہما اللہ کے پیر و مرشد تھے۔" (مکاتیب ملک العلماء، قلمی)

وہ فارسی کے دبیر تھے، ان کا عربی خط بھی بہت اچھا تھا، ان کی اور ان بزرگوں کی کچھ تحریریں، خاندان میں اب بھی محفوظ ہیں ملک صاحب نے کبھی ملازمت نہیں کی۔ وہ اپنی باقی ماندہ مختصر سی جاگیر پر جو شاہی عہد میں ان کے بزرگوں کو ملی تھی، قانع رہے اور کاشت کی زمینوں پر گزر اوقات کرتے رہے۔ قرائن ہیں کہ ان کی وفات ۱۳۲۲ھ کے کچھ بعد ہوئی ہوگی۔

والدہ ماجدہ شیخ مبارک حسین (جو موضع بین ضلع پٹنہ کے زمینداروں میں تھے) کی چھوٹی صاحبزادی تھیں جو حضرت شیخ چاند صاحب سے طریقۂ قادریہ میں شرف بیعت رکھتی تھیں۔ وہ ہر سال گیارہویں شریف کا بڑا اہتمام کرتی تھیں۔ وہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ کو داعی اجل کو لبیک کہہ کر عازم جنت الفردوس ہوئیں۔

چار سال کی عمر میں ۱۳۰۷ھ میں ان کے والد ماجد نے ان کی تعلیم شروع کرا دی۔ رسم بسم اللہ حضرت شاہ چاند صاحب کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائی۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد نے دی، پھر قرآن مجید اور اردو فارسی کی کتابیں اپنے گھر پر حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین اور مولوی عبد اللطیف سے پڑھیں ۱۳۱۲ھ میں بتقریب نکاح خواہر ماموں زاد موضع بین جانے کا اتفاق ہوا۔ بعد انجام تقریب مولوی شیخ بدر الدین اشرف، مولوی محی الدین اشرف صاحبزادگان رئیس دیندار والا تبار عالی جناب شیخ رمضان علی مرحوم نے روک لیا اور فرمایا کہ اب تمہاری تعلیم یہیں ہوگی۔ وہاں کئی سال رہ کر مدرسۂ غوثیہ حنفیہ میں تفسیر جلالین، میر زاہد وغیرہ تک کا درس انھوں نے لیا۔ ان

[1] انھیں کتابیں جمع کرنے کا شوق طالب علمی کے زمانے سے تھا، ایک مطبوعہ فہرست کتب مملوکہ فقیر ظفر الدین احمد مورخہ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ کے عنوان کے تحت کتابوں کے نام درج کیے ہیں، اس وقت بریلی میں ان کے پاس یہ کتب و رسائل تھے۔

[2] مکتوب ملک العلماء مورخہ ۹ جون ۱۹۲۵ء بنام سید شاہ ارشاد حسین سجادہ نشین خانقاہ سجادیہ شیش گڑھ ضلع بریلی۔

کے وہاں کے اساتذہ میں مولوی شیخ محی الدین اشرف[1]، مولوی شیخ بدرالدین اشرف کے علاوہ حضرات ذیل خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں: مولوی مہدی حسن میجوری، جناب حافظ محمد اسمٰعیل بہاری، جناب مولانا فخرالدین حیدر، مولوی محمد منعم، منشی اکرم الحق، مولوی معین اظہر رئیسِ ہیں۔ اساتذہ، ان کی ذہانت و شوقِ علمی کی وجہ سے ان پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے اساتذہ ان سے ناخوش ہوئے ہوں۔

مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں عربی کی کتابیں زیادہ تر مولوی محمد ابراہیم سے پڑھیں جو ضلع اعظم گڑھ کے معزز، روشن خیال اور عالم باعمل تھے۔ وہ مولانا اشرف علی تھانوی کے شاگرد رشید جامع العلوم کانپور کے فارغ التحصیل، بہت سخت حنفی اور پکے سنّی تھے۔ یہ مدرسہ غوثیہ کے مدرس بھی تھے اور فاضل اوقات میں مطب بھی کرتے تھے۔ وہ فن طب میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جس کا علاج انھوں نے خاص توجہ سے کیا ہو اور رب العزت نے اسے شفا نہ بخشی ہو۔

مولانا کے اس زمانے کے رفقا میں منشی اکرم الحق کے صاحبزادے مولوی اشرف الحق بھی تھے، شرح وقایہ، مختصر المعانی، ملا حسن تک دونوں ساتھ رہے۔ ان کا انتقال صفر ۱۳۱۶ھ میں بعارضۂ طاعون ہوا۔ دوسرے ہم جماعت طلبا میں حکیم ابوالحسن[2] خلف سید شاہ مظفر حسین، مولوی عبدالقدوس، مولانا حکیم وصی احمد، مولوی حکیم محمد رضا خاں[3]، مولوی عبدالماجد (برادر ماموں زاد)، مولوی محمد سعید، مولوی محمود عالم گھنوی قابل ذکر ہیں۔

اس زمانے میں عظیم آباد (پٹنہ) علم و فن کا مرکز تھا، جہاں متعدد دینی مدارس قائم تھے جن میں مدرسۂ حنفیہ واقع بخشی محلہ، پٹنہ سیٹی ممتاز حیثیت رکھتا تھا، اس مدرسے کے بانی فارسی و اردو کے مشہور محقق قاضی عبدالودود بی اے کینٹب، بارایٹ لا (۱۸۹۶-۱۹۸۴) کے والد گرامی قاضی عبدالوحید صدیقی فردوسی (۱۲۸۹-۱۳۲۶ھ) تھے جو وہاں کے ایک دیندار رئیس اور فاضل بریلوی کے معتقدین میں تھے۔ انھوں نے ۱۳۱۸ھ میں یہ دینی درسگاہ قائم کی اور ایک بڑی جائداد اس کے اخراجات کے لیے وقف کر دی۔ انھوں نے نامور اساتذہ کی خدمات حاصل کیں اور کچھ ہی عرصے کے بعد اس کی شہرت بہار کے قصبات و مواضع ہی تک نہیں دوسرے صوبوں تک پھیل گئی[4]۔

(۱) والد صاحب، ان کی محبت و شفقت کے بڑے معترف تھے۔ انھوں نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے: "میں ان کے احسانات میں ازسرتاپا غرق ہوں"۔

(۲) میں نے حکیم صاحب کو دیکھا ہے، پٹنہ کے قیام کے زمانے میں اکثر تشریف لاتے تھے، بڑے وجیہ اور خوبصورت آدمی تھے۔ کچھ دن مولوی عبدالحمید کھنوی کے ساتھ کتب خانۂ خدابخش کے ساتھ کتب خانے سے متعلق بھی رہے تھے۔ پھر یتیم خانہ انجمن اسلام پٹنہ سیٹی کے ناظم مقرر ہو گئے تھے۔ ہاتھ میں تسبیح لیے کچھ پڑھتے رہتے تھے اور باتیں بھی کرتے جاتے تھے، گفتگو میں ظرافت کا عنصر خاصا ہوتا تھا جس کی وجہ سے حالات کی ناسازگاری کے باوجود وہ ہمیشہ شگفتہ مزاج رہے۔ ایک دن کہنے لگے میں ہزار کشایش رزق کے لیے دعائیں پڑھوں، لیکن مقدر میں وہی پچیس روپے ماہانہ لکھے ہیں۔ کتب خانۂ خدابخش سے پچیس روپے ملتے تھے، کسی نے کہا مطب کر لو، مطب کیا، آمدنی وہی پچیس رہی، اب یتیم خانے کا نگراں ہو گیا ہوں۔ میں نے پوچھا اور تنخواہ؟ ہنس کر بولے وہی پچیس روپے۔ تقسیم ہند کے بعد انھوں نے سفر آخرت اختیار کیا۔ ان کے نام متعدد خطوط مکاتیب کے مجموعے میں محفوظ ہیں۔

(۳) والد مرحوم کے عزیزوں میں بھی تھے، دبلے پتلے دھان پان خوبصورت آدمی تھے۔ اپنے گاؤں بین کے زمین داروں میں تھے، مقدمات ورودی فروری کے سلسلے میں پٹنہ آتے تو ...

(۴) یہیں سے قاضی عبدالوحید صاحب ایک مذہبی رسالہ تحفۂ حنفیہ شائع کرتے تھے۔ یہ ۱۳۱۶ھ سے نکلنا شروع ہوا اور ان کی وفات (۱۳۲۶ھ) کے کچھ دنوں کے بعد جب مدرسۂ حنفیہ کا انتظام اچھی طرح کرنے والا کوئی موزوں شخص نہ رہا تو مدرسے کے ساتھ اس رسالے کی اشاعت بھی بند ہو گئی۔ مولانا قاری ابوالمساکین ضیاء الدین قادری جو اس کے اڈیٹر تھے (وفات اواخر دسمبر ۱۹۴۲ء یا اوائل جنوری ۱۹۴۳ء میں ہوئی)۔ مکاتیب ملک العلماء بھی بعیت واپس چلے گئے۔ فاضل بہاری کے کتب خانے میں جیسا کہ اس کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے اس کی دس جلدیں (۱۳۱۵-۲۳ھ) تھیں۔ کچھ مجلات قاضی عبدالودود مرحوم کے ذخیرۂ کتب میں تھے جو ان کے ادارۂ تحقیقات اردو میں ہے اور اب کتب خانۂ خدابخش میں محفوظ ہیں۔ خواجہ رضی حیدر صاحب کی اطلاع کے مطابق تحفۂ حنفیہ کے مکمل سٹ کی عکسی نقل قائد اعظم اکادمی، کراچی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

اس مدرسے کے ایک استاد حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی (متوفی ۱۳۳۴ھ) کی علمی شہرت سن کر مولانا ۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۰ھ کو مدرسہ حنفیہ بین سے مدرسہ حنفیہ پٹنہ آ گئے جہاں انھوں نے مسند امام اعظم، مشکوٰۃ شریف اور ملا جلال پڑھی۔ کچھ ہی دنوں کے بعد محدث صاحب بوجہ علالت اوائل شعبان میں مدرسہ حنفیہ سے کنارہ کش ہو کر اپنے وطن پیلی بھیت تشریف لے گئے۔ ماہ شوال ۱۳۲۰ھ کو مولانا ظفر الدین، اپنے ہم سبق حکیم ابوالحسن کے ساتھ دارالعلوم کانپور پہنچے۔ ان کی بعض تحریرات سے جو خاندان میں محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ کتابوں اور سامان کے ساتھ سفر کا کچھ حصہ انھوں نے پیدل چل کر طے کیا۔ پاؤں میں آبلے پڑ گئے لیکن طلب و شوق میں راہ علم کا مسافر آگے بڑھتا رہا۔ انھوں نے مدرسہ امداد العلوم بانس منڈی کانپور میں مولانا قاضی عبدالرزاق (متوفی ۱۹۳۶ء) جو حضرت حاجی امداد اللہ مکی کے مرید اور مولانا احمد حسن کانپوری کے شاگرد تھے، کے سلسلۂ تلامذہ میں داخل ہو کر درس لینا شروع کیا۔ مدرسہ امداد العلوم کے علاوہ بعض اسباق مدرسہ احسن المدارس اور بعض دارالعلوم میں پڑھتے رہے۔ گویا کانپور کے تینوں مدارس کے اساتذہ سے انھوں نے علمی فیوض حاصل کیے۔ وہاں کے مشہور استاد مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳ صفر ۱۳۲۲ھ)[1] سے منطق کی کتابیں پڑھیں اور مولانا شاہ عبید اللہ پنجابی کانپوری (تاریخ وفات ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ) سے ہدایہ اخیرین ختم کی۔ کانپور سے وہ پیلی بھیت آئے، جہاں محدث سورتی پٹنہ سے واپس آ کر اپنے قائم کردہ مدرسہ "دارالحدیث" میں درس دینے لگے تھے، وہاں ان سے انھوں نے حدیث کا درس لیا۔

یہاں سے وہ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے ۱۳۲۱ھ میں بانس بریلی پہنچے۔ مدرسہ مصباح التہذیب کا نام انھوں نے کانپور میں سن رکھا تھا، وہاں گئے اور مولوی غلام یٰسین صاحب کے درس میں شریک ہوئے جو مدرسہ دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے۔

آخر خوب سے خوب تر کی تلاش انھیں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی (۱۲۷۲-۱۳۴۰ھ) تک لے گئی جن کے علم و قلم کی طاقت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ پہلی ہی ملاقات میں ان سے مل کر بہت متاثر ہوئے وہ ان سے فیض اٹھانا چاہتے تھے، اور ان کے علم سے متمتع ہونا چاہتے تھے اور درسیات کی تکمیل بھی لیکن فاضل بریلوی ہمہ وقت مطالعہ اور تالیف و تصنیف میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے یہاں نہ درس و تدریس کا کوئی سلسلہ تھا اور نہ اس وقت کوئی مدرسہ قائم تھا۔ مولانا ظفر الدین، اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی (۱۲۷۶-۱۳۲۶ھ) بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں (۱۲۹۲-۱۳۶۲ھ) مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ شاہ بریلوی اور دوسرے اصحاب سے ملے اور ان لوگوں کے مشورے اور مساعی سے ایک مدرسہ قائم کرنے کے لیے راہ ہموار ہوئی۔ وہ فرماتے تھے کہ مدرسے کے قیام میں حضرت مولانا حسن رضا خاں اور مولانا سید محمد امیر اللہ کی مساعی کو بہت دخل ہے اور یہ مدرسہ انہی کی کوششوں سے قائم ہوا۔ یوں ۱۹۰۴ء/۱۳۲۲ھ میں مدرسہ منظر اسلام، محلہ سوداگران بریلی میں قائم ہوا۔ یہ تاریخی نام ہے اس سے ۱۳۲۲ھ کے اعداد مستخرج ہوتے ہیں۔ مولانا حسن رضا خاں اس کے پہلے ناظم مقرر ہوئے۔ مولانا ظفر الدین کے ایک دوست اور ہم وطن مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی[2] آ گئے تھے۔ ابھی صرف دو طالب علموں سے مدرسے کا افتتاح ہوا۔ انھوں نے بہار خطوط لکھ کر مدرسے

۱؎ ان کی بعض تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۳۲۱ھ میں بریلی پہنچ گئے تھے۔ ان کے قلم کی لکھی ہوئی دو کتابیں تعلیقات احمد حسن (مولانا احمد حسن کانپوری کے تعلیقات شرح سلم پر) مکتوبہ شنبہ ۹ شوال اور شرح حمد اللہ موسوم تعلیقات اسلاف، دونوں کتابیں انھوں نے اپنے قلم سے بانس بریلی میں ۱۳۲۱ھ کو لکھی ہیں۔ موخر الذکر مخطوطے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس زمانے میں شرقی مسجد بریلی میں مقیم تھے۔

۲؎ مولانا عبدالرشید موضع کوپا کے رہنے والے تھے تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے جونیئر سیکشن میں استاد مقرر ہوئے۔ صرف و نحو کی بعض کتابیں راقم الحروف نے ان سے پڑھی ہیں۔ ان کے چھوٹے صاحبزادے مولانا حکیم سید شاہ عزیز احمد، خانقاہ ابو العلائی، الہ آباد کے سجادہ نشین ہیں۔

کے قیام کی اطلاع دی اور دوستوں کو بریلی بلایا۔ ان کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ تک بہار کے مختلف مقامات سے غلام مصطفےٰ، محمد ابراہیم اوگانوی، سید شاہ غلام محمد بہاری، سید عبد الرحمٰن بیتھوی، مولوی محمد اسمٰعیل بہاری، محمد نذیر الحق رمضانپوری[1] اور کچھ دوسرے طلبا بہار سے آکر مدرسہ منظر اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔

مولانا نے فاضل بریلوی سے صحیح بخاری شریف پڑھنی اور فتویٰ نویسی سیکھنی شروع کی۔ انھوں نے فاضل بریلوی کے کچھ فتاویٰ جنھیں ظاہراً وہ املا کرا دیتے تھے ایک مجموعے میں جمع کرنا شروع کیے تھے جس کے کچھ اوراق اس وقت پیش نظر ہیں۔ اس میں پہلا فتویٰ ۹ رمضان ۱۳۲۲ھ کا تحریر کردہ ہے۔ بعد کو جب مدرسے میں کچھ جید علما اور مستند مدرسین کی خدمات حاصل کی گئیں تو انھوں نے مولانا حکیم محمد امیر اللہ شاہ بریلوی، مولانا حامد حسن رامپوری، تلمیذ خاص حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین فاروقی رامپوری (۱۲۴۸ھ-۱۳۱۱ھ)، مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی تلمیذ رشید استاذ الاساتذہ حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی (۱۲۴۴ھ-۱۳۳۴ھ) سے مسلم الثبوت، صحیح مسلم شریف اور دوسری کتب درسیات کی تکمیل کی۔ فاضل بریلوی سے انھوں نے صحیح بخاری، اقلیدس کے چھ مقالے، تصریح، تشریح الافلاک، شرح چغمینی تمام کر کے علم ہیئت، ریاضی، توقیت، جفر، تکسیر وغیرہ فنون حاصل کیے۔ تصوف کی کتابوں میں ان سے عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ کا درس بھی لیا۔ بخاری شریف اور عوارف کے اسباق میں طلبا کے علاوہ علما کی جماعت بھی شریک ہوتی تھی۔

کتب خانے کے ایک مجموعۂ تحریرات میں ان کے قلم سے ان کتابوں کے نام لکھے ہوئے ملے ہیں جن کا مختلف سنین میں مختلف اساتذہ سے انھوں نے درس لیا:

۱۳۲۲ھ عروض المفتاح، مقامات (حریری)، میر زاہد رسالہ، ملا جلال، بخاری شریف، نسائی شریف، جبر و مقابلہ، مساحت، اقلیدس۔

۱۳۲۳ھ دیوان متنبی، مطول، حمد اللہ، قاضی مبارک، تفسیر مدارک، تاریخ یمینی، تصریح، شرح چغمینی، سبع شداد، مسلم الثبوت۔

۱۳۲۴ھ سبعہ معلقہ، مقامات (بدیع الزماں ہمدانی)، صدرا، شمس بازغہ، ہدایہ اخیرین، شرح عقائد نسفی مع خیالی، صحیح مسلم۔

۱۳۲۵ھ التوضیح والتلویح، بیضاوی شریف، شرح مواقف، امور عامہ، عبد العلی میر زاہد، ابو داؤد، ابن ماجہ، موطا امام مالک، موطا امام محمد[2]، طحاوی شریف، در مختار۔

افسوس ہے کہ اس تحریر میں اس امر کا ذکر نہیں کہ کن اساتذہ سے انھوں نے کن کتابوں کا درس لیا۔ راقم الحروف کو ان کی تحریروں اور یادداشتوں سے صرف چند کتابوں اور ان کے اساتذہ کا علم ہو سکا ہے جن کا ذکر اجمالاً اوپر گذرا۔

ماہ شعبان ۱۳۲۵ھ کی کسی تاریخ کو علما کے ایک بڑے مجمع میں فاضل بریلوی کی درخواست پر چشتی مشرب کے مشہور بزرگ شیخ العالم حضرت مخدوم احمد عبد الحق ردولوی قدس سرہ کی درگاہ کے سجادہ نشین حضرت مخدوم شاہ ہدایت احمد قدس سرہ سجادہ نشین خانقاہ ردولی شریف نے ان کے سر پر دستار فضیلت باندھی اور سند تدریس و افتا مرحمت فرمائی۔ اعلیٰ حضرت نے اسی سال آپ کو

---

[1] اوگانواں اور رمضانپور بہار شریف سب ڈویژن کے مشہور قصبات میں، پاس ہی استھانواں، دیسنہ، گیلانی، بھگرانواں کے مردم خیز قصبات واقع ہیں جہاں متعدد علما پیدا ہوئے اور جنھوں نے بڑی شہرت حاصل کی۔ بیتھو شریف ضلع گیا میں واقع ہے۔ یہ حضرات اگر بریلی شریف سے فارغ التحصیل ہو کر بہار واپس آئے تو بچپن میں بھی نہ کبھی ان کا ذکر سنا اور نہ کبھی دیکھا۔

[2] یہ بات دلچسپ ہے کہ موطا امام محمد آخر میں تکمیل کے سال انھوں نے پڑھی لیکن کوئی وجہ ہوگی جس کی بنا پر مجھے حدیث کی کتابوں میں موطا امام محمد سب سے پہلے پڑھوائی اور اس کا درس خود انھوں نے دیا۔ اس وقت میری عمر صرف گیارہ سال تھی۔ خوب یاد ہے کہ باب المسح علی الخفین پڑھتے وقت بہت الجھا کہ خفین آخر کوئی پاؤں کیوں نہیں دھو لیتے، یہ تین تین دن تک چمڑے کے موزے پہنے رہنے کا کیا شوق ہے۔

اپنے سلاسل عالیہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی اور ملک العلما، فاضل بہار کا خطاب

ان کی تدریسی زندگی کا آغاز بھی مدرسہ منظر اسلام بریلی ہی سے ہوا جہاں ان کی تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ تقریباً چار سال تک وہ وہاں درس دیتے رہے اور فاضل بریلوی کی ہدایت پر فتویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ اس زمانے میں جو فتاوے انھوں نے لکھے ان میں سے کچھ کی نقلیں نافع البشر فی فتاویٰ ظفر میں موجود ہیں۔ اس زمانے کے مدرسے کے رفقائے کار اور ان کے تلامذہ کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا کہ چار سال کے عرصے میں خاصی تعداد میں طلبا نے شرف تلمذ حاصل کیا ہوگا۔ ۱۳۲۸ھ میں خلیفہ تاج الدین احمد دبیر انجمن نعمانیہ ہند لاہور کو ان کے مدرسے کے لیے ایک استاد کی ضرورت تھی۔ اس سلسلے میں انھوں نے فاضل بریلوی کو لکھا، جنھوں نے ان کے مدرسے کے لیے "اپنے نفس پر ایثار کر کے" انھیں لاہور بھیجنے پر آمادگی ظاہر فرمائی۔ لیکن شاید ان کے اعزہ واحباب کو ان کا اس قدر دور جانا منظور نہ ہوا اور وہ وہیں مدرسہ منظر اسلام میں درس دیتے رہے۔ ۱۳۲۹ھ میں معززین شملہ کے اصرار وطلب پر اعلیٰ حضرت کے حکم پر عالم وخطیب کی حیثیت سے وہ شملہ گئے۔ اگلے سال مولانا عبدالوہاب الٰہ آبادی نے اپنے قائم کردہ مدرسہ حنفیہ کے لیے جو آرا (ضلع شاہ آباد بہار) میں قائم ہوا تھا، فاضل بریلوی کو لکھا کہ وہ مولانا ظفر الدین کو صدر مدرس کا عہدہ پیش کرنا چاہتے ہیں، آپ انھیں آمادہ کریں۔ صرف اس خیال سے کہ نئے دینی مدارس کا قیام اور اس کی ترقی بھی ضروری ہے، انھوں نے وہاں جانے کی اجازت دے دی۔ اس طرح وہ منظر اسلام بریلی سے مدرسہ حنفیہ آرا (ضلع شاہ آباد۔ بہار) تشریف لے گئے جہاں وہ کئی سال اپنے فرائض انجام دیتے رہے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں عظیم آباد پٹنہ میں مسٹر سید نور الہدیٰ ڈسٹرکٹ سیشن جج نے اپنے والد ماجد سید شمس الہدیٰ کے نام پر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ قائم کیا تو اس میں بحیثیت مدرس اول ان کا تقرر عمل میں آیا، جہاں وہ تفسیر وحدیث وفقہ کا درس دینے لگے ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں سید شاہ ملیح الدین احمد سجادہ نشین خانقاہ کبیریہ[۱] سہسرام کی فرمائش پر وہ صدر مدرس ہو کر سہسرام (ضلع شاہ آباد۔ بہار) چلے گئے جہاں وہ پانچ چھ سال مقیم رہے۔ وہاں ان کے رفقائے مدرسہ میں مولانا سید ابو الحسن خوشدل سہسرامی (۱۸۶۱-۱۹۳۵)، مولانا رحم الٰہی مظفر نگری (متوفی ۱۳۶۳ھ)، مولوی سید غیاث الدین چشتی ابو العلائی نظامی رشبھتی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ مولانا سید محمد موسیٰ رضا کاکوی بھی اس زمانے میں وہاں درس دے رہے تھے۔ وہ وہاں مدرس سوم تھے۔

۱۳۳۸ھ/۱۹۲۱ء میں جب مسٹر سید نور الہدیٰ مرحوم ومغفور نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کو حکومت بہار کے انتظام میں دے دیا اور حکومت نے اس مدرسے کا نظم اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی تنظیم جدید کی اور نئے تقررات کیے تو مولانا ظفر الدین قادری وہاں سینیر مدرس ہو کر آگئے۔ ۱۹۳۸ء میں وہ پرنسپل کے عہدے پر سرفراز ہوئے اور ۱۹۵۰ء میں تقریباً تیس سال علمی خدمات انجام دے کر انھوں نے سبکدوشی حاصل کی۔ ان کے رفقا میں مولانا محمد سہول عثمانی بھاگلپوری، مولانا محمد اصغر حسین بہاری، مولانا سید دیانت حسین دربھنگوی، مولانا عبدالشکور مظفر پوری، مولانا سید شاہ عبید اللہ قادری ابہری (متوفی ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۶ھ)، مولانا سید عبد السبحان دسنوی تھے۔ مولوی حاجی معین الدین ندوی (متوفی ۲ مئی ۱۹۳۱ء) آخر زمانے کے رفقا میں تھے۔ ابتدا میں کچھ عرصے کے لیے فخر زمن علامہ احمد حسن کانپوری کے خلف ارشد مولانا مشتاق احمد کانپوری (متوفی ۱۳۶۰ھ)، مولانا مقبول احمد خاں دربھنگوی، اور مولانا شاہ محمد الیاس مونگیری بھی مدرسہ شمس الہدیٰ سے منسلک رہے۔ پھر مولانا مشتاق احمد، صدر مدرس ہو کر مدرسہ عالیہ کلکتہ، مولانا مقبول احمد خاں ناظم ہو کر مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ (بہار) چلے گئے۔ اور آخر الذکر بھی صحت

۱؎ شاہ کبیر الدین درویش بارہویں صدی ہجری کے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا سال ولادت ۱۱۳۶ھ ہے۔

کی خرابی کی بنا پر مدرسے سے تعلق قائم نہیں رکھ سکے۔ مدرسے کے جونیر حصے میں مولوی سید عبدالرشید صاحب قابل ذکر ہیں جو فاضل بریلی کے شاگرد اور بریلی میں مولانا کے معاصر تھے۔

حکومت بہار کی ملازمت سے متقاعد ہونے کے بعد انھیں ذہنی سکون واطمینان قلب بھی ملا اور فراغت کا وقت بھی۔ اب وہ اطمینان سے اپنے دینی وعلمی مشاغل میں مصروف ہو گئے، کچھ تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ سید شاہ احسن الہدیٰ جو بعد کو اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ قمرالہدیٰ کی رحلت (۹؍رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ) کے بعد خانقاہ شاکریہ پنڈشریف ضلع مونگیر کے سجادہ نشین ہوئے، عرصے تک پہلے ہی ظفر منزل میں رہ کر آپ سے علوم شرعیہ کا درس لیتے رہے تھے۔ سید شاہ فریدالحق عمادی اور سید شاہ عاشق حسین فاضل شمسی (متولد ۲۸؍جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ) مولانا کے آخری زمانے کے ان شاگردوں میں ہیں جو ظفر منزل آکر ان سے درس لیا کرتے تھے۔ اول الذکر بعد کو حضرت سید شاہ صبیح الحق عمادی کی رحلت کے بعد خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سیٹی کے سجادہ نشین ہوئے، اور آخرالذکر اپنے بھائی سید شاہ حامد حسین کی وفات (۱۱؍جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ) کے بعد درگاہ شاہ ارزاںؒ کے۔ الحمدللہ کہ یہ تینوں شاگرد فارغ التحصیل ہیں اور اب تین خانقاہوں میں اپنے بزرگوں کے جانشین ہیں، اور لوگوں کو فیض پہنچا رہے ہیں۔

شاہ شاہد حسین عرف درگاہی میاں خلف سید شاہ حمید الدین[1] سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق (متوفی ۱۲۰۳ھ) کی استدعا پر ۱۲؍شوال ۱۳۷۱ھ کو کٹیہار ضلع پورنیہ (بہار) میں جامعہ لطیفیہ بحرالعلوم کا انھوں نے افتتاح فرمایا اور صدر مدرس کے عہدے کو رونق بخشی صرف اس بنا پر کہ اس علاقے میں مسلمانوں کی خاصی آبادی کے باوجود کوئی قابل ذکر دینی مدرسہ نہ تھا۔ انھوں نے مدرسے کے لیے اچھے اساتذہ کا انتخاب کیا جن میں مولانا احسان علی مظفرپوری، سابق استاد مدرسہ منظراسلام بریلی، مولانا محمد یوسف، مولانا محمد مشتاق، مولانا شہاب الدین، مولانا محمد سلیمان رضوی کے نام یاد آتے ہیں۔ مولانا شاہ عبدالمنان قادری چشتی فردوسی سابق مدرس مدرسہ عربیہ محمدی جان پٹنہ سیٹی نے بھی کچھ عرصہ اس مدرسے میں تدریسی فرائض انجام دیے۔

کبرسنی اور دوسری انتظامی ذمہ داریوں کے باوجود ملک العلماء روزانہ چھ گھنٹے پڑھاتے تھے۔ مدرسے کا نظام الاوقات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے ذمے تفسیر مدارک، بیضاوی شریف، بخاری، مسلم، ہدایہ اخیرین اور مناظرہ رشیدیہ کی تدریس رکھی تھی۔ مدرسے کی نظامت وتدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی، تالیف وتصنیف اور مواعظ حسنہ کا سلسلہ بھی انھوں نے جاری رکھا۔ سالانہ جلسہ دستاربندی کے موقع پر وہ نامور علما ومقررین کو مدعو کرتے رہے۔ حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، مفسر قرآن مولانا ابراہیم رضا خاں (جیلانی میاں) اور دوسرے علما کے مواعظ حسنہ سے بھی مدرسے کے طلبا اور اساتذہ مستفید ہوتے رہے۔

جامعہ لطیفیہ کے قیام سے شمالی بہار کے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا اور اس علاقے میں دین کو فروغ ہوا۔ سیکڑوں طلبا وہاں سے فارغ ہو کر دور دراز علاقوں میں پھیل گئے، بعضوں نے نئے مدارس بھی قائم کیے، کچھ اصحاب نے مواضع وقصبات کے ان

---

[1] ملک العلماء اپنے ایک خط مورخہ ۴؍شوال ۱۳۶۳ھ میں استاذ العلماء مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کو تحریر فرماتے ہیں:

"جناب کا کارڈ آیا۔ ۲۳؍رمضان المبارک شب کے ایک بجے محب سنت وعلمائے سنت مخلصی جناب سید شاہ حمید الدین صاحب سجادہ نشین تکیہ شریف میتن گھاٹ پٹنہ جن کے یہاں جلسہ رجبی شریف میں دو مرتبہ جناب تشریف لائے تھے، ان کا انتقال پر ملال ہوا۔ اس حادثے نے میری کمر توڑ دی۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی شاخ صوبائی کانفرنس کی کامیابی کا اعتماد انہی کے بازوئے ہمت پر تھا۔ یہ سب مشائخ وعلما ہیں لیکن ایسا شیر دل باہمت کوئی نہیں رہا۔"
(مکاتیب ملک العلماء)

مدارس کو اپنی خدمات سے ترقی دی، بہار اب تک محدود پیمانے پر تعلیم کا انتظام تھا (بہار میں اس وقت ۱۳۹۱ دینی مدارس ہیں ان میں بیشتر کے اخراجات حکومت بہار کی سرکاری امداد سے پورے ہوتے ہیں) اس لحاظ سے ملک العلماء کا پورنیہ میں دو سالہ قیام بہت مفید رہا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ان کا لگایا ہوا پودا مضبوط و توانا ہو کر شجر بار آور ہو گیا تو ربیع الاول شریف ۱۳۶۰ھ میں جامعہ لطیفیہ کٹیہار سے وہ ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ آکر مقیم ہو گئے اور یہاں انھوں نے سلسلۂ رشد و ہدایت شروع کیا۔

ملک العلماء مختلف مدارس کے جن طلبا نے علمی فیوض حاصل کیے، ان کی تعداد بتانا آسان نہیں، صرف مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے متخرجین کی تعداد ہزاروں تک پہنچے گی۔

متحدہ ہندوستان کے مختلف مقامات سے فنون ہیئت و توقیت سے دلچسپی رکھنے والے حضرات خاصی تعداد میں مولانا سے بذریعہ خط کتابت اپنا علمی شوق پورا کرتے رہے۔ ان میں مولانا مفتی محمد عمیم الاحسان استاد مدرسہ عالیہ ڈھاکا، حاجی محمد ظہور نعیمی مراد آباد (مرید صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ) کے استفسارات کے جواب میں متعدد خطوط مجموعۂ مکتوبات میں محفوظ ہیں۔ جن علما نے پٹنہ میں قیام کر کے ان سے یہ علوم سیکھے ان میں مولانا حافظ عبدالرؤف مدرس مدرسہ مظہر اسلام بریلی نائب شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ مبارک پور (متوفی ۱۹۷۱ء)، مولانا نظام الدین بلیاوی، مدرس مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد اور مولانا یحییٰ بلیاوی خاص طور قابل ذکر ہیں۔

انھوں نے کوئی پچپن ۵۵ سال تک مسلسل تدریس کا سلسلہ قائم رکھا، اور بریلی، آرا، سہسرام، پٹنہ اور کٹیہار (پورنیہ) کے مدارس میں ہزاروں طالبان علم کو اپنے علمی فیوض سے سیراب کیا۔ تدریس کے ساتھ افتا و مواعظ کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا۔

مجھے یاد آتا ہے کہ میرے بچپن میں وہ آریہ سماجیوں اور مسیحی مبلغین سے مناظرے کے لیے جلسوں میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ غیر مقلدین وغیرہم سے مناظرے کے لیے بھی وہ دور دراز کے علاقوں سے مدعو کیے جاتے تھے۔ ایک مناظرے کے لیے وہ برما بھی تشریف لے گئے تھے۔

ان کی زندگی کے آخری ۲۰ سال تالیف و تصنیف، وعظ و ہدایت اور افتا نویسی میں بسر ہوئے۔ جس رات انھوں نے رحلت فرمائی اس شام کو بھی انھوں نے چار خطوط لکھے۔ والدۂ مرحومہ فرماتی تھیں کہ دو خطوں کے بارے میں تو یاد نہیں کہ کن کو لکھے گئے تھے، تیسرا خط تمہارے نام تھا اور چوتھا خط بہت طویل تھا جو وراثت کے ایک پیچیدہ مسئلے کے بارے میں تھا۔

ملک العلماء عرصے سے نفث الدم کے مرض میں مبتلا تھے اور بہت کمزور ہو گئے تھے لیکن ان کی عبادت و ریاضت میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی، نہ ان کے روزانہ کے معمولات میں کوئی فرق۔ زندگی کے آخری دن تک وہ علمی و دینی فرائض حسب معمول انجام دیتے رہے۔ شب دوشنبہ ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۸۲ھ/۱۶ نومبر ۱۹۶۲ء کو ذکر جہر اللہ اللہ کرتے انھوں نے اپنی جان، جان آفریں کو اس طرح سپرد کی کہ کچھ دیر تک اہل خانہ کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوا کہ وہ واصل بحق ہو چکے ہیں۔ دوسرے دن حضرت شاہ محمد ایوب شاہدی رشیدی سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور ضلع پٹنہ، جن سے انھیں فردوسی، شطاری، سہروردی اور کچھ مزید سلسلوں میں خلافت و اجازت حاصل تھی، حسن اتفاق سے تشریف لے آئے۔ اور انھی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ دسویں گیارہویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ارزاں (متوفی ۱۰۳۰ھ) کی درگاہ سے متصل شاہ گنج کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، جہاں ہر سال ان کے اعزہ و معتقدین و تلامذہ ان کے یوم وصال پر فاتحہ خوانی اور عرس و مواعظ حسنہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے، ان کی تربت ٹھنڈی رکھے اور انھیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

تصانیف :

ملک العلماء کی تالیفات و تصنیفات کی تعداد ستر سے زائد ہے۔ تصانیف کا سلسلہ ۱۳۲۳ھ سے شروع ہو کر تقریباً ان کی رحلت ۱۳۸۲ھ یعنی پچاس پچپن سال تک جاری رہا۔ کچھ کتابیں عربی زبان میں ہیں لیکن زیادہ تر افادۂ عام کی خاطر اردو میں لکھی گئی ہیں۔ یہ متعدد فنون اور موضوعات : حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل، مناقب، اخلاق، نصائح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توقیت، تکسیر اور مناظرہ پر مشتمل ہیں۔ کچھ اب تک غیر مطبوعہ ہیں اور کچھ زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ پہلے ان کی غیر مطبوعہ تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) شرح کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ : (سال تصنیف ۱۳۲۳ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ غرناطی مالکی (متوفی ۵۴۴ھ) کی سیرت نبویہ پر مشہور تصنیف کتاب الشفا کی عربی زبان میں شرح۔ آغاز ۴ ربیع الاول شریف یوم چہارشنبہ ۱۳۲۳ھ غیر مکمل۔ بخط مصنف محفوظ۔

(۲) التعلیق علی القدوری : (۱۳۲۵ھ)

فقہ کی مشہور کتاب پر تعلیقات عربی زبان میں۔

(۳) التعلیق علی شروح المغنی : (۱۳۳۱)

علم نحو کے مشہور رسالے مغنی اللبیب کی متداول شرحوں پر عربی میں تعلیقات۔

(۴) خیر السلوک فی نسب الملوک : (۱۳۳۲ھ)

صوبۂ بہار کے ملک خاندان کے مورث اعلیٰ سید ابراہیم معروف بملک بیّو کہے جاتے ہیں جو سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد (۷۵۲۔۷۹۰ھ) میں شاہی فوج میں اچھے عہدے پر سرفراز تھے اور قلعہ رہتاس (بہار) کی جنگ میں ۱۳ ذوالحجہ ۷۵۳ھ کو شہید ہوئے۔ نعش مبارک وہاں سے قصبۂ بہار شریف لائی گئی اور ایک اونچی پہاڑی پر مدفون ہوئی۔ مزار شریف پر عالی شان قدیم گنبد بنا ہوا ہے جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت قطب ربانی غوث صمدانی سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر حسنی و حسینی جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۴) ملک خانوادے زیادہ تر بہار کے اضلاع پٹنہ، گیا، مونگیر وغیرہ میں آباد ہیں۔ دوسرے اضلاع میں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ تقسیم ہند کے بعد کچھ خانوادے مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) منتقل ہو گئے اور خاصی تعداد میں مغربی پاکستان جا کر آباد ہو گئے۔ اس کتاب میں ۴۴ قصبات و مواضع کے ملک حضرات کا شجرۂ نسب درج کیا گیا ہے۔ صفحات ۴۳۔ مسودۂ مصنف محفوظ۔

(۵) تقریب : (۱۳۳۵ھ)

مصنف کا علم منطق میں مفید رسالہ، صغریٰ سے سلّم تک کے مسائل کو جامع ہے۔

(۶) تذہیب : (۱۳۳۵ھ)

اردو میں علم فلسفہ میں یکتا رسالہ جو ابتدائی جملہ مسائل کو حاوی ہے۔ ۱۳۳۲ھ میں اطلاع بھی تھی کہ زیر طبع ہے لیکن اس کا کوئی نسخہ نہ مل سکا۔ فاضل بریلوی کے ایک مکتوب میں یہ فقرہ ملتا ہے: "تذہیب کا حرف بحرف قبل طبع دکھا لینا فرض اہم ہے۔" ۱۳۱۱ کسی

وقت اپنے آپ کو مشورۂ احباب سے مستغنی نہ کرنا بہت مفید فی الدین ہے۔" (حیات اعلیٰ حضرت ص۲۸۷)

(۷) وافیہ : (۱۳۲۵ھ)

علم نحو میں بے مثل عام فہم رسالہ جس میں نحو میر سے مغنی اللبیب تک کے مسائل موجود ہیں۔ اس کا ایک قلمی خوشخط نسخہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل محفوظ ہے۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب بنام مصنف (مورخہ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ) میں تحریر فرماتے ہیں: "آپ کی تصانیف عافیہ، وافیہ، تقریب پر خوشی ہوئی مگر کاش یہ وقت آپ نے بہشتی زیور و گوہر کی قلعی کھولنے میں صرف کیا ہوتا تو عمدہ ذخیرۂ عقبیٰ ہوتا۔ جہاں ان کتابوں سے گمراہ ہوئے جاتے ہیں وحسبنا المولیٰ ونعم الوکیل" (حیات اعلیٰ حضرت ص۲۰۹) علم صرف میں رسالہ عافیہ تو کسی طرح چھپ گیا لیکن وافیہ (علم نحو)، تقریب (منطق) اور تذہیب (فلسفہ) وغیرہ کی عدم اشاعت میں مصنف پر مذکورہ بالا مکتوب کا رد عمل رہا ہو تو عجب نہیں۔

(۸) بدر الاسلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام : (۱۳۲۵ھ)

مصنف تمہید میں رقم پرداز ہیں: "تقریباً گیارہ سال سے خاکسار برادران دینی کی خدمت اور ان کے روزوں کی درستی وصحت کے لیے ہر سال رمضان شریف کے نقشۂ اوقات صوم وصلاۃ زیج وتوقیت کے قواعد خاصہ سے ترتیب دیتا ہے اور مخلص قدیم حاجی محمد لعل خاں صاحب مدراسی شائع کرتے ہیں۔ باقی گیارہ مہینوں میں نمازوں کی ابتری دیکھ دیکھ کر دل پریشان ہوتا تھا کہ اوقات نماز صحیح طور پر نہ معلوم ہونے کے سبب بعض لوگ تاخیر کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور اکثر لوگ جلدی کرتے ہیں کہ قبل از وقت نماز پڑھ لیتے ہیں۔ خصوصاً عصر و عشا میں تو قبل از وقت حنفی نماز پڑھنا ہندوستان میں عام طور پر رائج ہو گیا ہے۔ انہی ضرورتوں کے پیش نظر میں نے ایک رسالہ مسمیٰ بنام تاریخی "بدر الاسلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام" تصنیف کیا جسے علاوہ تمہید تین مقاصد اور ایک خاتمہ پر ترتیب دیا۔

مقصد اول : قواعد استخراج اوقات وبیان کتب ضروریہ،

مقصد دوم : میل کلی ۲۳ درجے ۲۷ دقیقے مان کر پٹنہ کے لیے روزوں اور نمازوں کے اوقات جو تقریباً پچاس سال کے لیے کار آمد ہوں گے،

مقصد سوم : عرض ۵ درجے سے ۲۶ درجے تک جملہ بلاد وقصبات مشہور قریات کا پٹنہ سے فصل طول کا اس قدر منٹ سکنڈ گھٹانے یا بڑھانے سے ان تمام آبادیوں کے لیے وہی دقت کار آمد ہو گا۔

خاتمہ : میں فن زیج وتوقیت کے نہایت نایاب وقیمتی مسائل جن کا جاننا مسلمانوں کو ازبس ضروری وغایت درجہ مفید ہے۔ یہ رسالہ تقریباً ۷ جزو میں ہے۔" اقتباس از تمہید محررہ ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۲۵ھ مکمل رسالہ شائع نہیں ہو سکا۔

(۹) موذن الاوقات : (۱۳۲۵ھ وبعد)

ہندوستان کے لیے ۱۲ درجہ عرض سے ۳۴ درجہ عرض تک ۲۳ رسالوں کو مرتب کرنے کی ضرورت تھی، جیسے جیسے

ضرورت دائمی ہوتی ہوگئی، فاضل مصنف رسالے مرتب کرتے رہے سب سے پہلے بہار شریف عرض ۲۵ء کے لیے رسالہ مرتب ہوا۔ مصنف رح

تمہید میں تحریر فرماتے ہیں:

"یورپ کی جنگ کے باعث کاغذ کی گرانی کی وجہ سے فی الحال "مقصد دوم" کو کہ وہی اہم مقصود اعظم ہے، یعنی باقی بہار شریف محول کر کے بنام تاریخی موذن الاوقات شائع کیا جاتا ہے، اور باقی مشہور شہروں کا جو ایک ایک منٹ کے فاصلے پر واقع ہیں تفاصل دے دیا جاتا ہے کہ اس قدر کم یا زیادہ کرنے سے ان تمام شہروں کے ریلوے اوقات حاصل ہوں گے۔

منتہائے سحری : وقت طلوع صبح صادق ہے جو ابتدائے وقت فجر ہے، اور انتہائے وقت طلوع آفتاب۔

ضحوۂ کبریٰ : وہ وقت ہے کہ اس سے لے کر نصف النہار تک نماز نہیں۔ رمضان یا روزۂ نفل میں اس وقت سے پہلے نیت کرے تو روزہ ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

نصف النہار : ابتدائے وقت ظہر ہے۔

عصر حنفی : انتہائے ظہر حنفی (مثل دوم علاوہ سایۂ اصلی) وابتدائے عصر ہے۔

غروب آفتاب : انتہائے عصر وابتدائے مغرب و وقت افطار، اگرچہ عصر کی نماز غروب تک پڑھ سکتے ہیں مگر کم سے کم ۲۰ منٹ قبل غروب آفتاب پڑھ لینا چاہیے، ورنہ وقت مکروہ ہو جائے گا۔

عشائے حنفی : انتہائے وقت مغرب (غروب شفق سفید) وابتدائے وقت عشا ہے، اس وقت سے لے کر منتہائے سحری تک نماز عشا درست ہے، مگر تہائی رات سے زیادہ تاخیر پسندیدہ نہیں۔"

حسب ذیل ونش شہروں کے اوقات صلوٰۃ وصیام مختلف احباب کی فرمایش پر مرتب ہوئے:

بمبئی ۔۔۔۔ عرض ۱۹ درجہ حسب فرمایش مولانا ابو الفتح محمد حشمت علی خاں قادری رضوی۔ تاریخ استخراج ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ نسخۂ خطیہ بخط مصنف محفوظ۔

کلکتہ ۔۔۔۔ عرض ۲۲ حسب فرمایش حاجی محمد لعل خاں مرحوم، زکریا اسٹریٹ، کلکتہ۔ بخط مصنف محفوظ۔

بہار شریف ۔۔۔ عرض ۲۵ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بخط مصنف محفوظ۔

کانپور ۔۔۔۔ عرض ۲۶ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بخط مصنف محفوظ۔

گوالیار ۔۔۔۔ عرض ۲۶ حسب فرمایش مولوی امیر رضا خاں قادری برکاتی۔ تاریخ ترتیب کیم عید الفطر ۱۳۵۴ھ

بریلی ۔۔۔۔ عرض ۲۹ حسب فرمایش مولانا حسنین رضا خاں، خلف حضرت حسن بریلوی

نینی تال ۔۔۔ عرض ۲۹ حسب فرمایش مولانا قاری شاہ محمد حامد رضا خاں قادری نوری رضوی

ملتان ۔۔۔۔ عرض ۳۰ حسب فرمایش جناب نیاز احمد قادری، لوہاری دروازہ ملتان

لاہور ۔۔۔۔ عرض ۳۱ حسب فرمایش مولانا ابو الحسنات سید احمد حزب الاحناف لاہور۔ بخط مصنف محفوظ

ان میں صرف چند رسالے شائع ہو سکے۔ قصبۂ بہار شریف کے لیے جو رسالہ مرتب ہوا، اس کے دس بارہ ایڈیشن کلکتہ اور پٹنہ میں چھپے، گوالیار کے لیے ۱۳۶۴ھ میں طبع ہوا، بریلی اور نینی تال کے لیے رسالے مطبع حسنی بریلی نے ۱۳۲۶ھ میں شائع کیے۔

(۱۰) **تحفۃ الاحباب فی فتح الکوۃ والباب :** (۱۳۳۶ھ)

۱۹۱۸ء میں قصبۂ سہسرام ضلع شاہ آباد (بہار) میں ایک صاحب نے دو منزلہ مکان کے ایک حصے کو سہ منزلہ بنوایا، زنانہ مکان

ہونے کی وجہ سے تین طرف پردے کی دیوار کھینچوائی۔ ہوا کی آمد ورفت کے لیے چوتھی سمت ایک کھڑکی لگوائی۔ اس پر ایک پڑوسی نے اعتراض کیا اور عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ فیصلہ مدعی کے خلاف ہوا۔ ایک صاحب کو ثالث مقرر کیا گیا کہ خوش اسلوبی سے یہ مسئلہ طے ہو جائے۔ انھوں نے مدعی کی حمایت کی اور فیصلہ لکھا کہ کھڑکی بند کر دی جائے اور چھت پر جانے کی ممانعت کر دی۔ شہر کے بعض اصحاب نے ملک العلماء سے فقہی مسئلہ پوچھا۔ انھوں نے ۲۲ فصلوں میں ثالث صاحب کے فیصلے کے اغلاط شرعیہ واوہام باطلہ ظاہر کر کے علمائے کرام وفقہائے عظام کی تصانیف سے فیصلے کا رد کیا اور ثابت کیا کہ یہ امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، امام حسن بن زیاد رضی اللہ عنہم اجمعین کے مسلک کے خلاف، ظاہر الروایۃ کے خلاف اور درایت کے خلاف ہے۔

یہ رسالہ ۴۶ صفحات پر مشتمل بخط مصنف محفوظ ہے اور اس پر فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاحات وترمیمات ان کے قلم سے درج ہیں۔

(۱۱) القصر المبنی علی بناء المغنی : (۱۳۳۶ھ)

علم نحو میں یہ رسالہ مغنی اللبیب کی عربی میں شرح ہے جو غیر مکمل حالت میں ملی ہے۔ ابتدا میں کوئی مقدمہ یا تمہید موجود نہیں ہے نسخہ ناقص الآخر ہے۔ اصل مسودے سے مصنف کے قلم کی تبییض مکمل نہ ہو سکی۔ تاریخ تحریر ۲ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ۔

(۱۲) ہادی الہداۃ لترک الموالاۃ : (۱۳۳۹ھ)

۱۹۲۰ء میں برطانوی حکومت سے ترک موالات کی تحریک کا شور پورے ہندوستان میں گونج رہا تھا۔ اس کے رد میں یہ رسالہ تصنیف ہوا جس میں اس تحریک کے مضر اثرات کی نشاندہی کی گئی تھی، جو بعد کو صحیح نکلی۔ اس میں مسئلہ خلافت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس کا اس زمانے میں بہت زور تھا۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف علام کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں :

"آپ کا رسالہ اب تک نہ دیکھ پایا، متفرق مقامات سے کچھ کچھ دیکھا ہے جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً کثیراً۔ اچھا ہے۔ مگر مشائخ بہار کی طرف سے یہ تاویل کہ انھوں نے کوئی دنیوی کام سمجھ کر اتباع لالہ مشرک جائز رکھا ہے، میری سمجھ میں نہ آئی سلطنت اسلام کی حمایت اور اماکن مقدسہ کی حفاظت جن کا پس رواں گاندھی کو ادعا ہے، کیا کوئی دنیوی کام ہے؟ اور وہ تو یہاں تک اونچے اڑ رہے ہیں کہ جو اس میں شرکت نہ کرے مسلمان ہی نہیں، تو اسے نہ صرف کار دین بلکہ فرض دینی جانتے ہیں۔ بہر حال اسے دیکھ کر اللہ چاہے تو جلد واپس کرنے کا ارادہ ہے۔" اس کا قلمی نسخہ بخط مصنف محفوظ ہے۔

(۱۳) توضیح الافلاک معروف بسلّم السماء : (۱۳۴۰ھ)

علم ہیئت کا یہ رسالہ ایک مقدمہ، پانچ ابواب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔ ابتدا امام غزالی کے اس قول سے ہوتی ہے۔

من لم یعرف الہیئۃ والتشریح فہو عنّین فی معرفۃ اللہ تعالیٰ صفحات ،، ، بخط مصنف محفوظ۔

(۱۴) الافادات الرضویہ : (۱۳۴۴ھ)

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصول حدیث سے متعلق وہ علمی فوائد جو مؤلف نے ان سے سن کر قلمبند کیے منتشر اوراق

(۱۵) جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری : (۱۳۴۵ھ)

اس کا ذکر تفصیل سے آگے آئے گا۔

(۱۶) نافع البشر فی فتاویٰ ظفر: (۱۳۴۹ھ)

۵۷۳ استفتا اور ان کے جوابات تفصیل یہ ہے: کتاب الطہارۃ، تعداد استفتا وجوابات ۹۰، صفحات ۲۲۔ کتاب الصلوٰۃ تعداد جوابات ۱۴۴، صفحات ۹۱۔ کتاب الزکوٰۃ، جوابات ۴۵، صفحات ۲۶۔ کتاب الصوم، جوابات ۷، صفحات ۲۔ ایک استفتا اور اس کے جواب پر جو بعد کو نقل کیا گیا ہے تاریخ ۲۱ شوال ۱۳۳۱ھ درج ہے۔ جوابات عام طور پر مختصر ہیں۔ راقم کا خیال ہے کہ مستفتی کو مفصل جواب مع نقل عبارات فقہیہ وحوالہ جات (جیسا کہ مصنف کا عام دستور تھا) بھیجا جاتا رہا ہوگا، اور اس مجموعے میں جوابات کے خلاصے لکھ لیے جاتے ہوں گے۔ نقل کسی اور کے قلم کی لکھی ہوئی کتاب خانے میں محفوظ۔

(۱۷) تنویر السراج فی ذکر المعراج: (۱۳۵۳ھ وبعد)

سید شاہ حمید الدین (متوفی ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ) سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۰۳ھ) نے اپنی خانقاہ میں ۲۷ رجب المرجب کو رجبی شریف کی تقریروں کا اہتمام کیا اور ملک العلماء کو تقریر پر آمادہ کیا۔ یہ جلسہ ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء سے شروع ہوا اور ۱۳ سال یعنی ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء تک یقیناً جاری رہا۔ ممکن ہے اس کے بعد بھی جلسے ہوتے رہے ہوں۔ یہ تقریریں ہر سال افادیت عام کے خیال سے قلم بند کر لی جاتی تھیں اور جس پر ملک العلماء ایک نظر ڈال لیتے تھے۔ جلسہ سیزدہم کے بعد کی تقریروں کے مسودات ومبیضات نہیں ملے، ممکن ہو یہ قلمبند نہ کی جا سکی ہوں۔ ایک کے سوا ساری تقریریں غیر مطبوعہ ہیں، بیشتر کے مسودات محفوظ ہیں۔

تنویر السراج، واقعات وحقائق ومعارف معراج پر ایک مسلسل بیان ہے جس میں ہر سال ایک کڑی کا اضافہ ہوجاتا تھا۔ پہلے سال صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم پر دو ڈھائی گھنٹے تقریر ہوئی، دوسرے سال لفظ سبحٰن پر، تیسرے سال الذی پر، چوتھے سال اسریٰ پر، پانچویں سال بعبدہ کے حرف با پر، چھٹے سال عبد کے مفاہیم ومصداق بیان کرتے ہوئے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات خاصہ بیان کیے گئے تھے۔ ساتویں سال بعبدہ کی اضافت کی تشریح کی گئی تھی اور اس ضمن میں سرکار کے فضائل وکمالات کا مزید ذکر ہوا تھا۔ (یعنی مسلسل تین سال کے جلسوں میں صرف بعبدہ پر تقریر کا سلسلہ جاری رہا) جلسہ ہشتم میں لیلاً کے متعلق گفتگو ہوئی، جلسہ نہم میں لیلاً کی تنوین کے متعلق اور جلسہ دہم میں صرف حرف مِن پر تقریر ہوئی۔ جلسہ یازدہم میں بھی پوری تقریر حرف مِن کے متعلق ہوئی اور اس ضمن میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات کا اظہار کیا گیا۔ جلسہ دوازدہم کی تقریر کا مسودہ نہ مل سکا، یہ تقریر اشاعت کے لیے انجمن حزب الاحناف لاہور کو بھیج دی گئی تھی اور جلسہ سیزدہم کا مسودہ غیر مکمل حالت میں ملا۔ قیاس ہے کہ جلسہ دوازدہم اور بعد کے جلسوں میں المسجد الحرام اور الی المسجد الاقصیٰ پر تقریریں ہوئی ہوں گی۔

یہ تقریریں غیر مطبوعہ ہیں صرف جلسہ یازدہم (۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء) کی تقریر مولوی عبدالمرتضیٰ سید محمد شمس الضحیٰ عظیم آبادی کے زیر اہتمام رضوی دار الکتب سرائے سلطان لاہور نے تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور سے شائع کی تھی، یہی تقریر ذکر معراج کے نام سے ادارۂ روضۃ المعارف گھوسی ضلع اعظم گڑھ سے ۱۹۸۶ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ مولوی شمس الضحیٰ صاحب نے اپنے ایڈیشن میں اطلاع دی تھی کہ پہلے دس سال کی تقریریں لاہور میں زیر طبع ہیں، لیکن یہ غالباً شائع نہ ہو سکیں۔

ملک العلماء نے شاہ حمید الدین مرحوم ومغفور کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ میں ضرور تقریر کروں گا بشرطیکہ ہر سال ہندوستان کے

مشاہیر سنی علما میں ایک کو ضرور مدعو کیا جائے، چنانچہ پہلے سال ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء میں مولانا سید شاہ قمر الہدیٰ سجادہ نشیں خانقاہ پنڈ ضلع مونگیر، دوسرے سال مولانا مشتاق احمد کانپوری استاذ مدرسہ عالیہ کلکتہ (متوفی ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۳ء) تیسرے سال مولانا عبدالواحد بدایونی، چوتھے سال مولانا سید شاہ محمد صاحب محدث کچھوچھوی (متوفی ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء) پانچویں سال مولانا عبدالحامد قادری بدایونی (متوفی ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء) چھٹے سال مولانا عبدالمجید آنولوی بریلوی (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) تلمیذ رشید تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ (متوفی ۱۳۱۵ھ)، ساتویں سال مولانا سید وصی احمد سہسرامی صدر مدرس جامعہ نعیمیہ مراد آباد، آٹھویں سال صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا سید محمد نعیم الدین اشرفی مراد آبادی (متوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) اور دسویں سال مولانا قاضی شاہ محمد احسان الحق نعیمی اشرفی مفتی بہرائچ مدعو کیے گئے اور انھوں نے اپنے مواعظ حسنہ سے حاضرین جلسہ کو فیض یاب کیا۔ جلسہ نہم، جلسہ یازدہم اور بعد کے جلسوں کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں مل سکی لیکن ان جلسوں میں کسی ایک میں استاذ العلماء مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی ضرور تشریف لائے تھے۔ (مکاتیب ملک العلماء قلمی)

(۱۸) الانوار اللامعة من الشمس البازغة: (۱۳۵۷ھ)

فلسفے کی مشہور کتاب الشمس البازغة کے اہم مباحث کی تشریح، سوال وجواب کی شکل میں راقم الحروف کی آسانی کے لیے ۲۷ سوالات قائم کرکے عام فہم زبان اور دل نشیں انداز میں جوابات لکھے گئے ہیں۔ تقطیع کلاں صفحات ۴۴۔ تاریخ تصنیف ۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۳۸ء۔ بخط مصنف محفوظ۔

(۱۹) الفوائد التامة فی أجوبة الأمور العامة: (۱۳۵۷ھ)

علم کلام کی مشہور درسی کتاب کے اہم مباحث راقم الحروف کی آسانی کے لیے سوال وجواب کی شکل میں لکھے گئے ہیں۔ نسخہ بخط مصنف محفوظ۔

(۲۰) مولود رضوی: (۱۳۶۰ھ)

سید شاہ حامد حسین حامد سجادہ نشیں درگاہ شاہ ارزاں (متوفی ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ/ ۷ ستمبر ۱۹۶۶ء) کی فرمائش پر خواتین اور عام لوگوں کے لیے عام فہم زبان میں یہ میلاد نامہ لکھا گیا۔ اس میں حضرت حسن بریلوی (متوفی ۱۳۲۶ھ) شاگرد داغ اور فاضل بریلوی کی نعتوں کے ساتھ شاہ صاحب کا نعتیہ کلام اور ان کا لکھا ہوا سلام بھی درج ہے۔ آخر میں فاضل بریلوی کی لکھی ہوئی مشہور مناجات "یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو" درج کتاب ہے۔ تاریخ تصنیف ۴ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ صفحات ۲۲۔ اس کے دو نسخے بخط مصنف محفوظ ہیں۔ یہ میلاد نامہ شائع تو نہیں ہوا لیکن اس کی نقلیں اس زمانے میں شائقین نے لے لی تھیں۔

(۲۱) تحفة العظماء فی فضل العلماء: (۱۳۶۵ھ)

یہ رسالہ علم اور علما کی فضیلت کے بیان میں تصنیف ہوا۔ اس کا کوئی نسخہ علی گڑھ میں محفوظ نہیں۔

(۲۲) حیات اعلیٰ حضرت: (۱۳۶۹ھ)

کتاب کا یہ تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۰۸ کے اعداد نکلتے ہیں۔ اس کا دوسرا تاریخی نام مظہر المناقب ہے جس سے ۱۳۶۹ کے اعداد مستخرج ہوتے ہیں۔ یہ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل سوانح حیات ہے اور ان کی تصانیف کا مکمل تذکرہ جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ مبیضہ ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ کو تمام ہوا۔ جلد اول ۲۲۰ صفحات پر مکتبہ رضویہ فیروز شاہ اسٹریٹ آرام باغ کراچی سے طبع ہوا

مولوی سید ایوب علی رضوی بریلوی نے نشر کرائی۔ چاروں جلدوں کا مبیضہ بخط مصنف، راقم الحروف سے، مولوی مفتی محمود احمد قادری صاحب اشاعت کے لیے پندرہ بیس سال ہوئے مستعار لے گئے کہ وہ جلد مکمل کتاب شائع کر دیں گے لیکن افسوس ہے کہ اب تک شائع نہیں ہو سکی اب سنا ہے کہ پٹنہ میں زیر طباعت ہے۔

(۲۳) مشرق کا غلط مسلک : (۱۳۸۴ھ)

علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی (متوفی ۱۹۶۳ء) کے رسالہ مولوی کا غلط مذہب نمبر ۹ کے جواب میں سپرد قلم ہوا جس میں ان کے اس دعوے کا علمی انداز میں ابطال کیا گیا کہ متحدہ ہندوستان کی ساری مساجد کا سمت قبلہ غلط ہے۔ تاریخ تصنیف ۱۱ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ روز سہ شنبہ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ علامہ سید سلیمان ندوی (متوفی ۱۹۵۴ء) نے اہمیت کی بنا پر اس کا اختصار رسالۂ معارف (اعظم گڑھ) کے دو شماروں (جنوری و فروری ۱۹۴۰ء) میں "مشرقی اور سمت قبلہ" کے عنوان سے شائع کیا۔ رسالہ کتابی شکل میں اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکا۔ بخط مصنف محفوظ۔

(۲۴) النور والضیاء فی سلاسل الاولیاء :

صوفیائے کرام اور بزرگان دین کے ان ۱۶۲ سلسلوں کا شجرہ اور ان کے اسمائے گرامی درج ہیں جن میں ملک العلماء کو بیعت و اجازت حاصل تھی۔ پہلا شجرہ سلسلۂ عالیہ قادریہ طیبہ مبارکہ رضویہ کا ہے اور آخری سلسلۂ عالیہ فردوسیہ منعمیہ شاکریہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا۔ پہلے سلسلے میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور مصنف کے درمیان ۲۸ واسطے ہیں۔ اور آخری سلسلے میں ۱۴۔ صفحات ۲۰۹۔ بخط مصنف محفوظ۔ یہ ان کے آخری زمانے کی کوشش ہے۔

(۲۵) مکاتیب فاضل بہاری :

علماء، احباب مخلصین، تلامذہ و اعزا کے نام تقریباً پانچ سو خطوط کا مجموعہ۔ حضرت ملک العلماء کثرت سے خطوط لکھا کرتے تھے اور خطوں کے جواب فوراً دینے کے عادی تھے۔ روزانہ تین خطوں کا اوسط ضرور رہا ہو گا۔ جس رات انھوں نے رحلت فرمائی، اس شام بھی انھوں نے چار خط تحریر فرمائے تھے جس میں ایک طویل خط وراثت کے ایک پیچیدہ مسئلے کے سلسلے میں تھا۔ انھوں نے طویل عمر پائی، اس عرصے میں معلوم نہیں انھوں نے کتنے ہزار خطوط لوگوں کو لکھے ہوں گے۔ اگر نصف خطوط کی بھی نقلیں رکھنے کا التزام کیا جاتا تو یہ خطوط متعدد مجلدات میں مرتب ہوتے۔ آخر زمانے میں بعض اعزہ کو اس کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ ایک مختصر سا مجموعہ ان کے خطوط کا خاندانی کتب خانے میں محفوظ ہے۔ ان کے کچھ خطوط اخبار دبدبۂ سکندری (رام پور)، اخبار مشرق (گورکھپور)، صدق جدید (لکھنؤ)، رسالہ معارف (اعظم گڑھ) اور دوسرے اخبارات و کتب و رسائل میں شائع ہوئے تھے۔ اگر انھیں بھی جمع کر لیا جائے تو بہت اچھا اور مفید مجموعہ مرتب کر کے شائع کیا جا سکتا ہے۔

ان کے علاوہ ملک العلماء کی کچھ تصانیف حسب ذیل ہیں جن کا ذکر ان کی کتابوں میں ہے، لیکن ان کا کوئی مطبوعہ یا قلمی نسخہ مضمون کی تحریر کے وقت راقم کے ذخیرۂ کتب میں دستیاب نہ ہو سکا۔ ان کی فہرست بقید سنین تالیف ذیل میں درج کی جاتی ہے :

(۲۶) ۱۳۲۲ھ الصمصام المسلول علی منکر علم الرسول (فن مناظرہ)
(۲۷) ۱۳۲۳ھ مواھب أرواح القدس لکشف حکم العرس (فقہ)
(۲۸) ۱۳۲۴ھ معین الھدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ (فضائل)
(۲۹) ۱۳۲۵ھ اعلام الساجد بصرف جلود الأضحیة فی المساجد (فقہ)

(۳۰) ۱۳۲۶ھ بسط الراحة فی الحظر والاباحة - فقه

(۳۱) ۱۳۲۶ھ الفیض الرضوی فی تکمیل الحموی - فقه

(۳۲) ۱۳۲۸ھ سجم الکرۃ علی الکلاب الممطرۃ - مناظرہ

(۳۳) ۱۳۲۹ھ النبراس لدفع ظلام المنهاس - مناظرہ

(۳۴) ۱۳۳۲ھ رفع الخلاف من بین الاحناف - مناظرہ

(۳۵) ۱۳۳۳ھ نزول السکینه بأسانید الاجازات المتینه - حدیث

(۳۶) ۱۳۳۳ھ القول الأظهر فی الاذان بین یدی المنبر - فقه

(۳۷) ۱۳۳۴ھ کشف الستور عن مناظرۃ رام پور - مناظرہ

(۳۸) ۱۳۳۷ھ نظم المبانی فی حروف المعانی - نحو

(۳۹) ۱۳۳۷ھ تحفة الأحبار فی أخبار الأخیار - مناقب

(۴۰) ۱۳۳۷ھ الاکسیر فی علم التکسیر - فن تکسیر

(۴۱) ۱۳۴۱ھ اعلام الاعلام بأحوال العرب قبل الاسلام - تاریخ

(۴۲) ۱۳۴۳ھ نهایة المنتهی فی شرح هدایة المبتدی - فقه

(۴۳) ۱۳۴۸ھ تسهیل الوصول إلی علم الأصول - اصول فقه

اب ذیل میں ملک العلماء کی ان مطبوعہ تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے نسخے اپنے کتب خانے میں تلاش سے مل گئے۔ ممکن ہے کچھ اور کتابیں بھی شائع ہوئی ہوں اور وہ میرے پاس محفوظ نہ رہ گئی ہوں۔

(۴۴) **ظفر الدین الجید** : ۱۳۲۳ھ (مناظرہ)

کذب باری سبحٰنہ وتعالیٰ، علم غیب اور دوسرے مسائل کے متعلق جن میں علمائے بریلی اور علمائے دیوبند میں اختلافات ہیں اکیس سوالات جسے مولانا ظفر الدین قادری نے مرتب کرکے مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں بریلی میں پیش کیے۔ اس رسالے میں ان سے ملاقات کا حال اور دوسرے بعد کے کوائف بھی درج ہیں۔ یہ رسالہ انھوں نے ۱۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ کو اپنی طالب علمی کے زمانے میں مرتب کیا تھا۔

قلمی نسخہ بخط مصنف کتب خانۂ مختار الدین احمد میں محفوظ ہے صفحات ۱۹۔ یہ رسالہ اسی زمانے میں بریلی سے چھپ کر شائع ہوا۔

(۴۵) **شکست سفاہت** : ۱۳۲۶ھ (مناظرہ)

میوات، نواح فیروز پور جھرکا کے مناظرے کی روئداد۔ مولانا شاہ رکن الدین الوری[۱] مولانا احمد حسین خاں رام پوری مقیم

---

[۱] مولانا شاہ رکن الدین حیدری الوری (متوفی ۵ شوال ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء) کا سلسلۂ نسب شیخ الاسلام حضرت شیخ عبداللہ انصاری مدنی تک پہنچتا ہے۔ ولادت دہلی کے قریب ضلع گڑگاؤں کے ایک موضع میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں شیخ فرید الدین مرحوم سے الور میں پائی۔ شیخ صاحب فارسی کے استاد کامل تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مرزا غالب سے بھی ان کی مراسلت تھی۔ کتب خانے میں بہت سے خطوط محفوظ تھے جو ۱۹۴۷ء کے ہنگامے کی نذر ہو گئے۔ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد آپ کے دل میں طلب حق پیدا ہوئی اور دل خدا جوئی میں مصروف ہو گیا۔ ۱۳۰۳ھ میں انھوں نے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ رحیم بخش محمد مسعود شاہ فاروقی نقشبندی (۱۲۵۰/۱۸۳۴ - ۱۳۰۹/۱۸۹۲) سے شرف بیعت حاصل کیا اور حضرت خواجہ ضیاء معصوم سے چشتیہ قادریہ سلسلے میں اجازت حاصل کی۔ سیکڑوں ویران مساجد کو آباد و معمور کیا اور تبلیغ اسلام کی طرف توجہ کی۔ آپ سے پہلے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ آئندہ پر)

درگاہ اجمیر شریف کی استدعا پر فاضل بریلوی نے مولانا ظفر الدین قادری کو مناظرے اور تقریر کے لیے بھیجا۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:
"اس موقع پر اعلیٰ حضرت نے ایک اونی جبہ عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا یہ مدینۂ طیبہ کا ہے۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے لے کر سر پہ رکھا اور آنکھوں سے لگایا" (حیات اعلیٰ حضرت ص ۵۵) وہاں مولانا شاہ رکن الدین اور مولوی شاہ ارشاد علی الوری[1] بھی ان کے ساتھ مجلس مناظرہ میں شریک ہوئے۔ میوات کے لوگوں کی خواہش ہوئی کہ فتح کی روداد اور مناظرے کے پورے حالات کتابی شکل میں شائع کر دیے جائیں۔ یہ رسالہ اسی زمانے میں مرتب ہوا اور چھپ کر شائع ہوا۔

(۴۶) **المجمل المعدّد لتالیفات المجدّد**: ۱۳۲۷ھ (تاریخ)

اس رسالے میں جو مولانا عبدالجبار حیدرآبادی کی فرمائش پر مرتب کیا گیا، ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء تک کی لکھی ہوئی فاضل بریلوی کی ساڑھے تین سو تصانیف کا ذکر ہے۔ اب تصانیف کی تعداد ایک ہزار کے قریب پہنچتی ہے جو پچاس سے زائد علوم و فنون پر مشتمل ہیں۔ یہ رسالہ ۱۳۲۷ھ کا مرتب کردہ ہے۔ اعلیٰ حضرت اس کے بعد ۱۳ سال زندہ رہے اور برابر سلسلہ تصنیف و تالیف جاری رہا۔ ۱۹۲۲ء میں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ان کے مسودات درست کیے جائیں اور بعض اہم تصانیف شائع کی جائیں۔ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) کے اصرار پر ملک العلما بریلی تشریف لے گئے اور تین ماہ وہاں رہ کر بہت محنت و توجہ سے منتشر مسودات مرتب کیے جو بیشتر اوراق پریشاں کی صورت میں تھے۔ جو مسودات مکمل تھے ان کے مبیضات تیار کیے۔ اب انھوں نے تصنیفات کی نئی فہرست تیار کی تو اندازہ ہوا کہ ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے جو عام طور پر سمجھی جاتی ہے۔ اس میں کتابیں بھی تھیں، اور مختصر رسالے بھی۔ عربی اور فارسی زبان میں بھی تھیں اور اردو میں بھی۔ انھوں نے فہرست تصانیف اعلیٰحضرت مرتب کر کے اشاعت کے لیے تیار کر دی تھی، فہرست کتابی شکل میں اب تک نہیں شائع ہو سکی لیکن غنیمت ہے کہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی) میں ۱۰۰ مزید تصانیف کی فہرست چھپ گئی ہے۔ اب اعلیٰ حضرت کے کتب و رسائل کی تعداد ۶۰۰ ہو گئی۔ کچھ رسائل کے مسودات انھیں بعد کو ملے ان سبھوں کی مکمل فہرست ترتیب دے کر انھوں نے بریلی کے ارباب حل و عقد کے حوالے کی۔ یہ فہرست المجمل المعدد کے ترمیم و اضافہ شدہ اڈیشن کے طور پر بریلی سے ۱۹۴۴ء میں چھپنے والی تھی۔ مفتی اعجاز ولی خاں بریلوی، پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد (جنھوں نے تصانیف کی تعداد ۵۴۸ بتائی ہے) اور مولانا عبدالمبین نعمانی کے پیش نظر ملک العلما کی المجمل المعدد کے اضافہ شدہ نسخے کا تعجب نہیں قلمی یا مطبوعہ نسخہ رہا ہو۔ حیات اعلیٰ حضرت (جلد دوم) میں بھی تصانیف کا تفصیلی ذکر ہے۔ انھوں نے بیس پچیس اہم تصانیف کا انتخاب کر کے ایسی صاف ستھری

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)
ساٹھ سال پیشتر پورا علاقہ میوات کا آپ کے فیوض و برکات سے مالا مال تھا۔ آپ کے خلفا میں مشہور مصنف و محقق برادر گرامی پروفیسر مسعود احمد قادری کے والد ماجد حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مظہر اللہ خطیب شاہی مسجد جامع فتحپوری دہلی (۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء – ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) اور ان کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد محمود (متولد ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) قابل ذکر ہیں۔ تصانیف میں جو رسالے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں جن میں رسالہ رکن الدین، توضیح العقائد اور مولود محمود قابل ذکر ہیں۔ (تذکرۂ مظہر مسعود مؤلفہ پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۱۰۱ – ص ۱۱۸ (کراچی ۱۹۶۹ء)، تذکرہ صوفیائے میوات مؤلفہ محمد حبیب الرحمٰن خاں میواتی ص ۶۳۲ – ص ۶۳۵ (دہلی ۱۹۰۵) مزید حالات کے لیے دیکھیے مصباح السالکین فی احوال رکن الملۃ والدین از مولانا مفتی محمد محمود (دہلی ۱۳۵۵)، معیار السلوک و دافع الاوہام والشکوک از مولانا ہدایت علی نقشبندی (طبع کراچی)

[1] مولانا ارشاد علی الور کے علما و مشائخ میں تھے۔ انھیں حضرت مسعود شاہ نقشبندی دہلوی سے شرف بیعت حاصل تھا اور مولانا رکن الدین شاہ سے انھیں سند خلافت ملی تھی۔ اردو میں ان کا نظم کیا ہوا شجرۂ طریقت مولانا رکن الدین شاہ، پروفیسر محمد مسعود احمد نے تذکرۂ مظہر مسعود (ص ۵۳) میں درج کر دیا ہے۔

نقلیں بھی تیار کردی تھیں جو مطبع کو فوراً بھی جا سکتی تھیں، بلکہ متعدد رسالوں کی کتابت وطباعت انھوں نے بریلی میں اپنے قیام کے دوران میں شروع بھی کرادی تھی ان میں سے کچھ رسالے بریلی اور لاہور سے ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں شائع بھی ہوئے۔

اس سلسلے میں ان خطوط کا مطالعہ مفید ہوگا جو ملک العلماء نے اس زمانے میں اپنے بعض احباب واعزہ کو لکھے ہیں اور حسن اتفاق سے جن کی نقلیں میرے پاس محفوظ ہیں۔ یہاں بعض اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں جن سے تصانیف اعلیٰ حضرت کی بازیافت، ترتیب، تبییض واشاعت پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ ملک العلماء، مولانا امجد رضا خاں صاحب نوری مقیم گوالیار کو اپنے مکتوب (مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی جملہ تصنیفات وتالیفات وتحریرات چھپ جائیں تو سنیوں کو کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ ہوگی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، عقائد، اخلاق کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ، ہیئت، توقیت، حساب، جبر ومقابلہ، تکسیر، جفر، زائچہ کون سے علوم ہیں جن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف نہیں، جس وقت یہ کتابیں جناب کی ہمت وخنت وتوجہ سے چھپ جائیں گی، اس وقت لوگوں کی آنکھیں کھلیں گی کہ اعلیٰ حضرت کیا تھے۔ دائمی جناب نے انھیں حیات جاوید بخشی اور ہر شخص کو ان کے علوم وفنون سے متمتع ہونے کا موقع دیا۔

میرے بریلی سے آنے کے بعد سے اس وقت تک ربیع الاول تا رمضان شریف تین رسالے چھپے ہیں، ایک تو وہی نشاط السالکین جس کی نصف سے زیادہ کاپیاں میرے سامنے لکھی جا چکی تھیں، اور دوسرا رسالہ الامن والعلی، تیسرا غایۃ التحقیق۔ یہ سب رسالے نمبر ۱ سے ۱۳ تک میں نے منگوالیے ہیں۔ افسوس ہے کہ ۲، ۳، ۴، ۵ جو لاہور میں چھپنے کے واسطے بھیجے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اب تک انھوں نے چھپوا کر نہیں بھیجا۔ مولوی ابوالبرکات سید احمد صاحب سے ایسی توقع نہ تھی۔ اور تین رسالے نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳ بہت خراب چھپے ہیں، صحت کا بھی التزام نہیں کیا ہے بریلی شریف والے منشی صاحب جنھوں نے رسالہ ۱ تا ۱۰ کی کتابت کی تھی بہت ہی خوشخط ہیں، یہ بیچارے بدایونی صاحب ٹھیک نہیں ہیں، بہتر ہے کہ انھی منشی صاحب سے کتابت کا کام لیا جائے۔ خدا جناب کو اپنے مقصد عالی میں کامیاب کرے تاکہ تصنیفات (کی اشاعت) کا کام حسب خواہش انجام پائے۔" (مکاتیب ملک العلماء قلمی ص ۱۳-۱۵)

مولانا تقدس علی خاں رضوی (متوفی ۱۹۸۸ء) کو لکھتے ہیں:

"ابھی تک آپ نے وظیفۂ کریمہ نہیں بھیجا جس کی سخت ضرورت ہے۔ اسی کے ساتھ دو نسخے النہی الاکید اور ایک نسخہ احسن الوعا اور چار نسخے وظیفۂ کریمہ کے رجسٹری یا وی پی کرکے بھیج دیجیے، ایک ایک نسخہ ان سب کتابوں کا بھی جو جدید طبع ہوئی ہیں یعنی رفیق الاعتاق اور حجب العوار وغیرہ ایک نمبر سے ۱۳ نمبر تک کل کتابیں نور الادلہ اور کشف العلۃ وغیرہ بھی لاہور سے آگئی ہیں۔" مکتوب مورخہ جمعہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۳ء
۲۴ شوال ۱۳۶۲ھ) (مکاتیب ملک العلماء، ص ۲۱)

سید پیارے علی بریلوی اور مولانا تقدس علی خاں کے نام ایک مکتوب ۱۵ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ/یکم جنوری ۱۹۴۵ء میں یہ سطریں ملتی ہیں:

"خداوند عالم نعمانی میاں صاحب کو مقدرت دے کہ صرف ترجمۂ الدولۃ المکیہ کیا جملہ تصنیفات حضرت حجۃ الاسلام بلکہ تمام تصنیفات اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شائع فرمائیں۔" (مکاتیب ملک العلماء قلمی ص ۲۳)

مولوی سید شمس الضحیٰ عظیم آبادی متعلم دارالعلوم حزب الاحناف ہند لاہور کے نام مکتوب مورخہ ۳۱ جنوری ۴۵ء میں حسب ذیل سطور ملتی ہیں :

"سید عرفان علی صاحب (قادری رضوی بیسل پوری) کا خط آیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی مکمل فہرست چھپ رہی ہے تاکہ معلوم ہو ان کی کیا کیا کتابیں ہیں اور کس کس فن میں، کس کس زبان میں اور کس حجم میں۔ یہ سب میں نے مکمل کر دیا ہے صرف چھپنا باقی ہے۔ اب وہ چھپ رہی ہے۔ یقین ہے کہ عرس شریف کے قبل چھپ کر شائع ہو جائے گی، اسے دیکھ کر کتاب آپ اشاعت کے لیے پسند کر لیجیے گا۔" (مکاتیب ملک العلماء قلمی ص ۵۷)

انھی کو ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں :

"مولانا (مصطفیٰ رضا خاں) صاحب یقیناً اپنے سفر سے بریلی شریف پہنچ گئے ہوں گے۔ وہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات اگر طباعت کے لیے تم عزیز کو روانہ فرمائیں تو ازیں چہ بہتر۔ سلطنۃ المصطفیٰ میں نے بہت تلاش کی تھی کہیں پتا نہیں چلا۔ ہاں علوم الغیب کا مسودہ مجھے ملا تھا جس کو بڑی محنت و کاوش سے مبیضہ کر کے اور ترتیب اس کی کر کے مجلد کرا کے الماری میں رکھوا دیا ہے۔ مفتی اعظم صاحب سے اس کے متعلق خط و کتابت کیجیے کہ وہاں سے روانہ فرما دیں واقعی عجیب و غریب کتاب ہے علم غیب کے مسئلے میں اس کتاب کو دیکھ کر کسی کو شک و شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس قدر مواد جمع کر دیا ہے کہ شاید و باید، وہ کتاب اگر چھپ جائے تو سبحٰن اللہ و بحمدہ۔" (مکاتیب ملک العلماء ص ۳۲)

انھی سے ۲۲ جون ۴۵ء کے ایک خط میں پوچھتے ہیں :

"بریلی سے کون کون سے رسالے چھپ کر آئے ہیں، مطلع کیجیے۔"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں تصانیف اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا کس درجہ خیال تھا وہ چاہتے تھے کہ ساری تصانیف یا کم از کم اہم منتخب کتابیں بریلی سے جلد از جلد شائع کر دی جائیں، اس کام میں تاخیر ہونے لگی تو انھیں ملال ہوا۔ بریلی کے ایک مخلص دوست کو لکھتے ہیں :

"میں نے تین مہینے کس جاں نشانی سے کام کیا اور خدا کا شکر ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کو ضائع ہونے سے بچا لیا مگر جو قدردانی کی گئی وہ آپ کے اور سب کے پیش نظر ہے اگر تصنیفات کی اشاعت ہی کا سلسلہ جاری ہوتا تو دینی فائدہ کثیر ہوتا۔" مکتوب مورخہ ۲۶ نومبر ۴۵ء (مکاتیب ملک العلماء قلمی)

المجمل المعدد کا پہلا ایڈیشن مدت ہوئی قاضی محمد عبدالوحید صدیقی فردوسی عظیم آبادی (متوفی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) کے مطبع حنفیہ پٹنہ سے ۱۳۲۷ھ میں نکلا، دو ایڈیشن مرکزی مجلس رضا لاہور نے شائع کیا۔ اب تک یہ ادارہ، جو بہت مفید کام کر رہا ہے، اس رسالے کے مزید تین چار ایڈیشن شائع کر چکا ہے جن میں سے ایک ایڈیشن ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء کا میرے کتب خانے میں موجود ہے لیکن یہ ساری اشاعتیں غالباً طبع اول (۱۳۲۷ھ) ہی کی نقلیں ہیں جن میں ساڑھے تین سو تصانیف کا ذکر ہے۔ ملک العلماء نے ۱۹۳۲ء میں جو فہرست تصانیف کی بنائی تھیں وہ غالباً اب تک شائع نہیں ہوئی یا کم از کم میری نظر سے نہیں گزری، اگر شائع نہیں ہوئی ہے تو اسے بہت جلد المجمل المعدد کے ترمیم و اضافہ شدہ ایڈیشن کی حیثیت سے شائع کر دینا چاہیے۔

اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی اشاعت کے سلسلے میں سنیوں کی بے حسی و غفلت پر سب سے اچھا تبصرہ بھی اسی جماعت کے ایک مقتدر عالم و مصنف، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری حفظہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے :

"مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ اہلسنت وجماعت نے تصنیف واشاعت کے بارے میں جس قدر بے اعتنائی سے کام لیا ہے کسی فرقے نے نہیں لیا۔ اس غفلت شعار قوم سے آج تک نہ امام احمد رضا کی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام ہو سکا ورنہ وہ گراں قدر ذخیرۂ کتب پوری طرح محفوظ رہ سکا، اس لیے کوئی محقق کتنی ہی محنت کیوں نہ کرے، جامع اور مکمل فہرست تیار نہیں کر سکتا۔"

اندھیرے سے اجالے تک ص۱۷۶ (لاہور ۱۹۸۵ء)

(۴۷) الجواهر واليواقيت فی علم التوقيت معروف بتوضيح التوقيت : ۱۳۲۰ (توقیت)

یہ کتاب فن توقیت میں ہے۔ نصف النہار، طلوع وغروب، ضحوۂ کبریٰ، عصر، ضرب ستینی، تقسیم ستینی، کسور اعشاریہ، لوگارثم، دھوپ گھڑی، سمت قبلہ اور دوسرے اہم اور علمی مسائل نسبتًہ سیدھی سادی زبان میں لکھے گئے ہیں۔ توضیح وتشریح کے لیے مثالیں دی ہیں اور متعدد جداول بھی درج کیے ہیں۔ علم توقیت کی اہمیت ظاہر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"یہ وہ علم ہے کہ نماز کی صحت، روزے کی درستی اسی پر موقوف ہے۔ مسائل نکاح وطلاق میں اس کی ضرورت ہے۔ احکام فرائض میں اس کی حاجت ہے، حج کے راستے میں اس کی طرف محتاجی ہے۔ کیا بغیر اس علم کے اس دور تمدن وترقی میں کہ نظم اوقات ساعت سے ہوتا ہے کسی شخص کو اوقات ... کی تمیز، ابتدا وانتہا، اوقات صوم وصلوٰۃ کی معرفت بغیر اس علم کے ممکن ہے؟ کیا بغیر اس علم کے صحیح سمت قبلہ کا علم ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگرچہ مسجدوں کی عمارتیں ایک حد تک اس ضرورت سے لوگوں کو سبکدوش کر سکتی ہیں مگر مسجد بنانے کے لیے تو اس فن کا جاننا ضروری ہے، ورنہ صحیح سمت قبلہ کو نہ ہوں گی جیسا کہ بانکی پور پٹنہ کی بعض مسجدیں بالکل خلاف سمت قبلہ بنی ہوئی ہیں مسجد کو جانچنے کے لیے بھی اس علم کی ضرورت ہے۔ کیا سفر حج میں کوئی شخص بغیر اس فن کی مدد کے سب نمازیں صحیح سمت پڑھ سکتا ہے؟ عام لوگوں کا خیال ہے کہ مکۂ معظمہ ہندوستان سے پچھم ہے اسی طرف جہاز جا رہا ہے وہی سمت قبلہ ہے، حالاں کہ ایسا نہیں۔ جو جہاز بمبئی سے جدہ جاتا ہے دکھن مڑتا ہوا پچھم کی طرف جاتا ہے، یہاں تک کہ محاذات مکۂ معظمہ سے اور آگے نکل جاتا ہے تب جدہ میں آکر ٹھہرتا ہے، جہاں سمت قبلہ بالکل مشرق کی طرف ہوتا ہے اور جو جہاز بمبئی سے کراچی ہو کر جدہ جاتا ہے بمبئی سے اتر آتا ہے پھر دکھن کی طرف ہوتا ہوا جدہ پہنچتا ہے۔ تو بمبئی سے روانگی کے وقت سمت قبلہ پچھم ہے اور جدہ پہنچ کر پورب کی طرف۔ راستے میں نصف دور قطع کرنا پڑتا ہے۔ غیر ہیئت داں کیا بتا سکتا ہے کہ کس دن کتنا انحراف کرنا ہوگا، اور کہاں پر کس جانب مڑنا ہوگا۔ کیا صرف قطب نما رکھ لینا کافی ہوگا؟ وہ تو صرف سمت کو بتائے گا، مگر آج کس قدر انحراف کی ضرورت ہے، کل کس قدر بغیر ہیئت وتوقیت جانے معلوم نہیں ہو سکتا۔

کیا کوئی شخص بغیر اس علم کے صحیح منتہائے سحری، ضحوۂ کبریٰ، غروب آفتاب جن تین وقتوں کی روزے میں حاجت ہوتی ہے بتا سکتا ہے؟

کیا کوئی شخص بغیر علم ہیئت جانے ہوئے صبح صادق، طلوع شمس، نصف النہار، ایک مثل، دو مثل، غروب شمس، غروب شفق جن کی ضرورت نمازوں میں ہوتی ہے بتا سکتا ہے؟

کیا کسی شخص سے یہ سوال ہو کہ ہندہ کا انتقال فلاں شہر میں طلوع آفتاب کے وقت ہوا اور اس کے شوہر نے دوسرے شہر میں اس کی حقیقی بہن سے طلوع آفتاب کے وقت اسی دن نکاح کیا تو یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ یا ہندہ حاملہ کو اس کے شوہر نے کسی شہر میں طلوع آفتاب کے وقت طلاق دی اور ہندہ دوسرے شہر میں طلوع آفتاب کے وقت لڑکا جنی تو عدت منقضی ہوئی یا نہیں۔

یا زید کا انتقال ایک شہر میں طلوع آفتاب کے وقت ہوا اور اس کے بیٹے نے دوسرے شہر میں طلوع آفتاب کے وقت انتقال کیا تو کس کا ترکہ کس کو ملے گا۔ پھر ان دونوں شہروں میں تفاوت اگر فقط طول میں ہے یا فقط عرض میں یا طول عرض دونوں میں تفاوت ہے تو اس نکاح و طلاق و عدت و ترکہ کے حکم میں کیا فرق ہوگا۔

نیز اگر یہی صورتیں غروب شمس کے وقت ہوں تو کس صورت میں کیا حکم ہوگا، اور اگر نصف النہار کے وقت ہوں تو اس کا کیا حکم ہوگا۔ پھر اگر زائد العرض بلد میں نکاح و طلاق اور باپ کی موت واقع ہو تو کیا حکم ہوگا، اور ناقص العرض شہر میں ہونے سے کیا فرق پڑے گا۔

نیز، اگر یہی سب صورتیں دو شہروں میں مثلاً چھ بجے واقع ہوئیں تو اگر دو شہروں کا وقت کیا اس ٹائم سے ہے تو کیا حکم ہوگا، لوکل ٹائم ہے تو کیا فرق ہوگا، اور ریلوے ٹائم ہونے کی صورت میں مسئلہ کا کیا جواب ہوگا۔ اور اگر ان دو شہروں میں اوقات مختلف رائج ہیں، ایک میں لوکل ٹائم دوسرے میں ریلوے یا کیا اس ٹائم تو مسئلہ پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ پھر اگر تعدیل الایام زائد متزائد یا زائد متناقص ہے تو کیا حکم ہوگا، اور اگر ناقص متزاید یا ناقص متناقص ہے تو کیا جواب ہوگا۔

کیا کوئی شخص ان مسائل اور اسی قسم کے دیگر مسائل فقہیہ جن کا تعلق وقت سے ہے بغیر ہیئت و توقیت جانے صحیح و تشفی بخش جواب دے سکتا ہے، ہرگز نہیں"۔

ملک العلما اس کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت قبلہ نے علم توقیت کے قواعد کتابی شکل میں مدون نہیں فرمائے، بلکہ میری تعلیم کے زمانے میں قواعد زبانی فرمایا کرتے تھے جس کو میں اردو زبان میں لکھ لیتا اور میرے دوست و ہم سبق حکیم سید عزیز غوث صاحب بریلوی[1] فارسی میں لکھ لیا کرتے اور شرکائے درس میں کوئی ان سے کوئی مجھ سے سیکھا کرتا۔ بہر کیف ایک زمانے تک وہ سب ردی پرزے کی شکل میں رہے اس کے بعد میں نے بعض احباب کی فرمائش سے ان سب کو کتابی شکل میں جمع کر دیا، اور اس کو آسان سے آسان تر کرنے کے لیے مثالوں کے علاوہ تشریح مقامات متعلقہ کے عنوانات سے ہر قاعدے کو اتنا واضح کر دیا کہ اس کتاب کو پیش نظر رکھ کر ہر شخص اس فن کو بآسانی گھر بیٹھا سیکھ سکتا ہے کہیں شبہ ہو تو بذریعہ خط دریافت کر لینا کافی ہے۔" مکتوب مورخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۲۹ء (مکاتیب ملک العلما قلمی)

یہ کتاب جس کا تہدیہ انھوں نے اپنے مخلص دوست استاذ العلما مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (متوفی ۷، ۱۳۶ھ / ۱۹۴۸ء) بانی جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے نام کیا ہے، حاجی محمد ظہور نعیمی کے زیر اہتمام اہلسنت برقی پریس مراد آباد سے جنوری ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئی۔

(۴۸) **جواهر البيان**: ۱۳۳۲ھ (تاریخ)

سیرت سرکار اعظم رضی اللہ عنہ پر علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی (متوفی ۹۷۳ھ) کی تصنیف الخیرات

---

[1] مولانا حکیم سید عزیز غوث صاحب، والد رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں اور رفیقوں میں تھے، اور اعلیٰ حضرت کے ان تلامذہ میں جنھوں نے ان سے فن ہیئت و توقیت سیکھی، جب والد صاحب، اعلیٰ حضرت کی تصانیف و مسودات کی تبییض کے سلسلے میں بریلی میں مقیم تھے، میں علی گڑھ سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ایک بار جب وہ حکیم صاحب سے ملنے گئے تو میں ساتھ تھا، مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بڑی شفقت سے پیش آئے۔ عمر اس وقت کوئی ۶۰ سال ہوگی۔

الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان کا اردو ترجمہ جو حاجی محمد لعل خاں صاحب قادری برکاتی رضوی کی فرمائش پر کیا گیا تھا۔ اس کا پہلا اڈیشن انھی کے مطبع اہلسنت وجماعت زکریا اسٹریٹ کلکتہ سے ۱۳۲۳ھ میں یا اس کے کچھ بعد نکلا۔ اصل نسخہ کے آخر میں حاجی لعل خاں صاحب مرحوم کی لکھی ہوئی چند اوراق میں مترجم کتاب کی سوانح عمری بھی ہے جو کسی وجہ سے شائع نہیں ہو سکی۔ ملک العلماء اور حاجی صاحب کے بہت گہرے تعلقات اور دیرینہ مراسم تھے۔ اس لیے یہ مستند سوانح حیات ہے جس میں ۱۳۲۳ھ تک کے حالات درج ہیں اور ان کی تصانیف کی فہرست بھی۔ دوسرا اڈیشن ۱۱۷ صفحات پر مشتمل بھی ضرور شائع ہوا جیسا کہ مسودۂ مصنف پر کسی مطبع کے کاپی نویس کے اشاروں سے ظاہر ہوتا ہے لیکن سال ومقام طباعت کے متعلق مجھے کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔ تیسرا اڈیشن پاکستان سے غالباً مکتبۂ نوریہ رضویہ گلبرگ، لائل پور نے چھاپا، اسی طباعت کا عکسی اڈیشن استانبول، ترکی سے حسین حلمی بن سعید استانبولی نے ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں شائع کیا جو علمائے احناف کی تصانیف ہزاروں کی تعداد میں چھاپ کر بغیر کسی قیمت کے تقسیم کرتے ہیں۔

(۴۹) **گنجینۂ مناظرہ**: ۱۳۲۴ھ (مناظرہ)

کلکتہ کے ایک عالم مولوی ولی اللہ صاحب نے ۱۳۲۴ھ میں حنفیوں کو مناظرے کا چیلنج دے رکھا تھا۔ حاجی محمد لعل خاں صاحب مدراسی نے فاضل بریلوی کو لکھ کر مولانا ظفر الدین قادری کو مناظرے کے لیے بلوایا۔ اس رسالے میں اسی کی روداد ہے جسے حاجی عبد الرحمٰن ڈواری نے کلکتہ سے اسی زمانے میں شائع کیا۔ یہ رسالہ اب نایاب ہے۔

(۵۰) **مؤذن الاوقات**: ۱۳۲۵ھ (توقیت)

ہندوستان کے لیے ۱۲ درجہ عرض سے ۳۴ درجہ عرض تک ۲۳ رسالوں کو مرتب کرنے کی ضرورت تھی مصنف نے دس رسالے مرتب کر دیے تھے جن میں کلکتہ، بہار شریف، گوالیار، بریلی اور نینی تال کے رسالے شائع ہو چکے ہیں۔ بقیہ غیر مطبوعہ ہیں۔ کلکتہ کے لیے رسالہ حاجی محمد لعل خاں نے کلکتہ سے شائع کیا۔ بہار شریف کے لیے رسالے کے دس بارہ اڈیشن نکلے اور مؤذن الاوقات برائے بریلی اور نینی تال مولوی حسنین رضا خاں قادری نے مطبع حسنی بریلی سے ۱۳۲۶ھ میں شائع کیا۔

(۵۱) **عافیہ**: ۱۳۲۵ھ (صرف)

علم صرف میں ایک مقبول و عام پسندیدہ تصنیف میزان سے شافیہ تک کے سب مسائل کو جامع مطبع حسنی واقع آستانۂ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی سے ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ صفحات ۶۰

(۵۲) **سرور القلب المحزون فی الصبر عن نور العیون**: ۱۳۲۸ھ (اخلاق)

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کی شرح الصدور فی شرح حال الموتی فی القبور کا اردو زبان میں ترجمہ جو اواخر ۱۳۲۶ھ میں تمام ہوا۔ رجب ۱۳۲۶ھ میں مصنف کے دوستوں مولوی نعیم الحق ساکن منیر شریف ضلع پٹنہ اور حکیم محمد ہاشم کی فرمائش پر چند ضروری مسائل بطور تتمہ کا اضافہ کیا گیا۔ تاریخ تکمیل ۲۵ رجب المرجب ۱۳۲۶ھ صفحات ۹۷ بخط مصنف محفوظ، دوسرا نسخہ مع اضافہ صفحات ۱۱۲ بھی کتب خانے میں محفوظ ہے۔

یہ رسالہ، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد ان کے جاں نثار معتقد و مسترشد حافظ عبد الحفیظ اشرفی صاحب

صدر مدرس مدرسۂ ادارۂ شرعیہ پٹنہ نے ربیع الاول شریف ۱۴۰۳ھ میں پٹنہ سے شائع کر دیا ہے لیکن وجہ تالیف و ترجمہ پر مشتمل اوراق جو ضروری تھے، حذف کر دیے گئے ہیں۔

(۵۳) جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری : ۱۳۴۵ھ (حدیث)

اس کا ذکر آگے آئے گا۔

(۵۴) دلچسپ مکالمہ : ۱۳۴۷ھ (نصائح)

دینی و اخلاقی مسائل پر مشتمل بعض موضوعات مصنف کے ذہن میں تھے جن پر وہ رسائل لکھنا چاہتے تھے۔ ان میں ایک اہم مسئلہ عقد بیوگان کا تھا۔ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری سے معلوم ہوا تھا کہ ہندوستان میں مسلمان بیوہ عورتوں کی تعداد ۴۵ لاکھ سے زیادہ ہے ان میں سے بیشتر غربت و پریشانی میں زندگی گذار رہی تھیں۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں تعداد ۵۰ لاکھ سے زائد ہو گئی ہوگی، پہلے انھوں نے ۱۳۴۵ھ میں تزداج الایامیٰ لکھی جس کا کوئی نسخہ مجھے نہیں مل سکا، پھر بہت عام فہم زبان میں قصے کے طور پر کہ کم تعلیم یافتہ عورتیں بھی دلچسپی سے پڑھ سکیں، انھوں نے یہ رسالہ لکھا جس کا نام تدبیر اکثریت ہے۔ اس کا پہلا اڈیشن ۱۳۴۷ھ میں برقی پریس، سبزی باغ، بانکی پور پٹنہ سے شائع ہوا (صفحات ۲۹) اور دوسرا اڈیشن بھی اس مطبع سے سید منظر علی ندوی کے زیر اہتمام ۱۳۵۵ھ/جنوری ۱۹۳۷ء میں نظر ثانی کے بعد اشاعت پذیر ہوا (صفحات ۳۲)

(۵۵) تنویر السراج فی ذکر المعراج : ۱۳۵۳ھ (سیرت)

جلسۂ رجبی شریف کے سلسلے میں واقعات و حقائق معراج پر ایک سلسلۂ تقاریر رسالے کی شکل میں یہ سلسلہ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں شروع ہوا اور ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء کے بعد تک کوئی پندرہ سال جاری رہا۔ ساری تقریریں غیر مطبوعہ ہیں، صرف جلسۂ یازدہم (رجب ۱۳۶۴ھ) کی تقریر مولوی عبد المرتضیٰ و سید محمد شمس الضحیٰ اعظم آبادی کے زیر اہتمام رضوی دار الکتب سرائے سلطان لاہور نے تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر شائع کی۔ یہی رسالہ ذکر معراج کے نام سے ادارۂ روضۃ المعارف گھوسی اعظم گڑھ نے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا۔

(۵۶) نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب : ۱۳۵۴ھ (فقہ)

بہار کے مشہور اہل قرآن عالم مولانا سید محی الدین تمنا عمادی مجیبی پھلواروی (۱۸۸۸-۱۹۷۴) ماہر عروض و ال اور مستند شاعر تھے۔ یہ شمشاد لکھنوی کے شاگرد، شاعری میں میرے استاد اور والد مرحوم کے دوستوں میں تھے۔ خانقاہ عمادیہ مجیبیہ پھلواری شریف کے خانوادے سے تعلق رکھتے تھے لیکن بعد کو صوفیائے کرام کے مسلک سے منحرف ہو گئے تھے۔ مذکورہ بالا رسالہ ان کے چار سوالوں کے جواب میں تصنیف کیا گیا تھا۔ سوالات یہ تھے: (۱) ایصال ثواب کا کوئی طریقہ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے یا نہیں، اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ (۲) آپ کے اور خلفائے راشدین کے عہد ہائے مبارک میں مُردوں کے لیے ایصال ثواب کا کوئی معمول یا دستور تھا یا نہیں؟ (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اہلبیت و اصحاب میں سے جو وفات پاتے گئے مثلاً حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت خُبیب، حضرت حمزہ، حضرت جعفر طیار و دیگر شہدائے جنگ بدر و حنین و تبوک وغیرہا، ان کے لیے آپ خود یا آپ کے حکم مبارک سے اور صحابۂ کرام یا اہل بیت نے کبھی ایصال ثواب کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو

کس طریقے سے؟ اور ایک بار کیا یا بار بار کرتے تھے۔ (۴) فقہ حنفی میں کوئی طریقہ ایصال ثواب کا لکھا ہے یا نہیں۔ اگر لکھا ہے تو وہ کیا ہے؟ اور خود حضرت امام اعظم و صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ سے کوئی روایت منقول ہے یا نہیں؟

اس استفتا کے جواب میں مصنف علام نے ایک مستقل رسالہ تصنیف کر کے شائع کیا کہ عام مسلمان اس سے مستفید ہوں۔ پہلے سوال کے جواب میں کوئی بیس ۲۰ صفحوں میں وہ طریقے ایصال ثواب کے لکھے گئے جو سلفاً خلفاً مسلمانوں میں شائع و مروج ہیں۔ دوسرے سوال کے جواب میں ۴۶ صفحات میں حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد ہائے مبارک میں ایصال ثواب کے ۲۵ طریقے احادیث قولی و فعلی اور اقوال علمائے کرام سے صراحۃً و دلالۃً ثابت کیے، نیز مزید تائید و تقویت کے لیے علماء و مشائخ کے تعامل و توارث کا تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ اسی طرح تیسرے سوال کا جواب ۹ صفحوں میں اور چوتھے سوال کا جواب دس ۱۰ میں مفصل طور پر دے کر مستفتی کے سارے شبہات کے ازالے کی کوشش کی گئی۔ یہ کتاب پہلی بار پٹنہ سے شائع ہوئی اور دوسری بار روضۃ المعارف گھوسی ضلع اعظم گڑھ سے اشاعت پذیر ہوئی، اب یہ بھی کمیاب ہے۔ ملک العلماء کے ایک مکتوب بنام مولوی سید شمس الضحیٰ عظیم آبادی مدرسہ حزب الاحناف لاہور (مورخہ ۱۰ رجنوری ۱۹۴۵ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ نصرۃ الاصحاب کا مسودہ چھپوانے کے لیے انھوں نے لاہور بھیجا تھا، ۲۳ رجون / ۱۱ ررجب ۱۳۶۲ھ کے خط میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

(۵۷) مشرقی اور سمت قبلہ: ۱۳۵۸ھ (ہیئت)

خاکسار تحریک کے بانی جناب عنایت اللہ خان مشرقی (۱۸۸۸-۱۹۶۳) کے رسالہ مولوی کا غلط مذہب نمبر ۹ کے رد میں ایک رسالہ ۱۹۳۹ء میں مشرقی کا غلط مسلک سپرد قلم ہوا تھا۔ یہ رسالہ معارف (اعظم گڑھ) کے دو شماروں (جنوری و فروری ۱۹۴۰ء) میں "مشرقی اور سمت قبلہ" کے عنوان سے چھپ گیا ہے۔

(۵۸) سد الفرار لمہاجری بہار: ۱۳۶۶ھ (نصائح)

یہ رسالہ ہجرت بنگال کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۹۴۶ء میں بہار کے شر پسند ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ جس بربریت، بہیمیت اور درندگی کا ثبوت دیا۔ اس سے مسلمان پریشان ہو کر خاصی تعداد میں بنگال اور سندھ جانے لگے۔ مصنف نے اس رسالے میں اس بھگدڑ کو روکنے کی اور انھیں سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ ہجرت نہیں فرار ہے، یہ نہ جانے والوں کے لیے مفید ہے نہ ان لوگوں کے لیے جنھیں وہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ پھر جن صوبوں میں وہ جا رہے ہیں وہاں کی حکومتوں پر بڑا بار پڑیگا اور وہاں کے مقامی لوگوں کا بھی التفات اگر آج نہیں تو کل کم ہو جائے گا، بلکہ وہ آہستہ آہستہ ان مہاجروں سے، جب ان کے مفاد پر اثر پڑنا شروع ہوگا، بیزار ہونے لگیں گے۔ انھوں نے آخر میں تحریر کیا کہ "آپ خوف اور ہراس سے بھاگ کر اپنے اسلاف کے کارناموں پر پانی پھیر رہے ہیں، اپنی قوم کو ہمیشہ کے لیے ذلیل و خوار کر رہے ہیں، مسلمانوں کو جو یہاں اقلیت میں ہیں ان کو اقلیت در اقلیت میں مبتلا کر رہے ہیں۔ کیا آپ کی غیرت اس کی متقاضی ہے کہ آپ کے آباد اجداد نے تو دارالکفر میں آ کر اسلام کا چراغ روشن کر کے خدا کے یہاں سرخروئی حاصل کی تھی، آپ اپنے اس فعل سے دارالاسلام سے اسلام کا چراغ بجھا کر اس کو دارالکفر بنا رہے ہیں۔ کیا آپ کی غیرت اس کی اجازت دیتی ہے کہ وہ مساجد جہاں آپ اور آپ کے آباؤ اجداد اپنی پیشانیاں گھسا کرتے تھے ان کو ویران کر کے چھوڑ جائیں۔ کیا آپ کی غیرت اس کی اجازت دیتی ہے کہ بزرگوں کے مزارات جن پر آپ صندل

لگاکر اور چادر چڑھاکر اپنی سعادت اور قلب وایمان کی ٹھنڈک محسوس کرتے ہیں، آپ بہ بانگ گران کو کفار ومشرکین کی پامالی اور تذلیل کے لیے چھوڑ جائیں کہ ان کے جانور انہیں ناپاک کریں"!

یہ رسالہ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۶۶ھ کو تحریر کیا گیا اور اسی مہینے پٹنہ میں دو ہزار کی تعداد میں چھپوا کر دور دور تک تقسیم کرایا گیا۔

مطبوعہ لیتھو آرٹ پریس دریاپور پٹنہ۔ صفحات ۲۲۔

(۵۹) چودھویں صدی کے مجدّد : ۱۳۶۷ھ (تاریخ)

اس رسالے میں حدیث شریف ان اللہ تعالیٰ یبعث لہذہ الأمۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا کی صحت کی تصریح سنن ابی داؤد، مستدرک حاکم، معرفۃ بیہقی، جامع صغیر سیوطی، مسند بزار، معجم طبرانی، کامل ابن عدی اور حلیۂ ابونعیم سے کرنے کے بعد ابوالفضل عراقی اور ابن حجر کے اقوال سے اس حدیث کی مزید توثیق کی گئی ہے، پھر تجدید دین کا مفہوم واضح کرنے کے بعد مجدّد کے اوصاف، مجدّد کے اقسام اور مجدّد کی شناخت بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی ایک تحریر کے حوالے سے ابن حجر عسقلانی کے رسالہ الفوائد الجمۃ فی من یبعثہ اللہ لہذہ الأمۃ اور سیوطی کی اسی موضوع پر ایک تصنیف سے دسویں صدی ہجری تک کے مجدّدین کے اسمائے گرامی درج کیے ہیں۔ مصنف علام نے گیارہویں صدی کے مجددین میں حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی (متوفی ۱۰۳۴ھ)، حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ)، میر عبدالواحد بلگرامی (متوفی ۱۰۱۷ھ) بارہویں صدی کے مجدّدین میں سلطان دین پرور ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر (متوفی ۱۱۱۸ھ)، حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی (متوفی ۱۱۴۳ھ)، قاضی ملک محب اللہ بہاری (متوفی ۱۱۱۹ھ) کے اسمائے گرامی لکھے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶/۱۱۱۴ھ) کو کچھ اصحاب نے بارہویں صدی کا مجدّد کہا ہے لیکن تردد یہ ہے کہ مجدد کی اصل صفت یہ ہے کہ ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اول میں اس کے افاضہ وافادہ کا شہرہ ہو، حمایت دین ونکایت مفسدین میں موصوف ومشہور ہو۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت علمی وسط صدی میں ہوئی کسی صدی کا آخر پایا نہ کسی صدی کا آغاز۔ لیکن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ومرتبت کی عظمت وجلالت ظاہر ہے، اسی لیے انھوں نے لکھا ہے کہ: "پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدی کے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہو جو مجدّد سے افضل ہو لیکن مجدّد جب ہوگا، راس المئۃ پر ہوگا"۔ مصنف علام حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۵۹-۱۲۳۹ھ) سے بہت متاثر ہیں، لکھتے ہیں: "البتہ مجدد مئۃ ثالث عشر ان (شاہ ولی اللہ رح) کے فرزند دلبند وشاگرد رشید ومرید ومستفید وخلیفہ وجانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اس لیے کہ مجدّد کی ساری صفات ان میں پائی جاتی ہیں۔ وہ بارہویں صدی کے آخر میں صاحب علم وفضل وزہد وتقویٰ مشہور دیار واطراف تھے اور تیرہویں صدی کے آغاز میں ان کا طوطی ہندوستان میں بولتا تھا اور ساری عمر دینی خدمت درس وتدریس، افتاء وتصانیف، وعظ وپند، حمایت دین ونکایت مفسدین میں صرف اوقات فرماتے رہے"۔

چودھویں صدی کے مجدد، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی ہیں" جنھوں نے تیرہویں صدی کے ۴۸ سال پائے اور علم وفنون، درس وتدریس، تالیف وتصنیف، وعظ وتقریر میں مشہور دیار وامصار ہوئے اور چودہویں صدی کے ۳۹ سال پائے جس میں حمایت دین ونکایت مفسدین، احقاق حق وازہاق باطل، اعانت سنت واماتت بدعت میں جان ومال، علم وفضل صرف کیا، اور جس طرح بنا، ہمیشہ شرع ومذہب کی نصرت اور مخالفین دین متین کا رد وطرد کیا، اور اس میں کبھی نہ لومۃ لائم کی پروا کی اور نہ کسی بڑی

شخصیت کا خیال آڑے آیا۔ نہ کبھی شہرت و مدح کی پروا کی، نہ کسی کے طعن و قدح کے خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی"۔ پھر مصنف نے ذیلی عنوانات امام احمد رضا کا علمی مقام، امام احمد رضا مرجع العلما، وعظ کی ہمہ گیری، حق و صداقت کا کوہ بلند، حقیقت تبلیغ قائم کر کے مزید توضیح کی ہے۔ انھوں نے پھر ہندوستان کے ان ۲۷ اہم علمی شہرت رکھنے والے علمائے عرب و عجم کے اسمائے گرامی درج کیے ہیں جو فاضل بریلوی کو اس صدی کا مجدد مانتے تھے۔ آخر میں علامۂ جلیل حضرت سید اسمٰعیل خلیل مکی کی تحریر کا ایک حصہ نقل فرمایا ہے:

کیف لا وقد شھد لہ عالم وامکۃ بذلک ولم یکن بالمحل الارفع لما وقع منھم ذلک، بل اقول:

لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقاً وصدقاً ؎ ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد"

اخبار دبدبۂ سکندری رام پور نے چھ قسطوں میں (۳۰ اپریل ۱۹۴۵ء تا ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۸ء) اس مضمون کو شائع کیا تھا، پھر مولانا جلال الدین قادری رضوی کی تقدیم و تخشیے اور پروفیسر محمد مسعود احمد کی تمہید کے ساتھ مکتبۂ رضویہ لاہور سے ۱۹۷۰ء میں رسالے کی شکل میں شائع ہوا۔

(۶۰) حیاتِ اعلیٰ حضرت: ۱۳۶۹ھ (سیرت)

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر ان کی رحلت کے ۷ اسال بعد تک بھی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تھی۔ اس ضرورت کو محسوس کر کے والد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی سوانح حیات اور ان کے علمی کارناموں پر ایک کتاب لکھنے کا ڈول ڈالا۔ بریلی اور دوسرے مقامات پر اعلیٰ حضرت کے اعزہ و تلامذہ و معتقدین کو خطوط لکھے کہ ان کے پاس جو کچھ معلومات یا تحریرات و مکاتیب اس سلسلے میں ہوں ان سے آگاہی بخشیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے صرف مولوی سید ایوب علی قادری بریلوی (متوفی ۱۹۷۰ء) نے جو والد رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے مخلص دوستوں میں تھے اور اعلیٰ حضرت کے مسترشد اور گہرے عقیدت مند، تعاون کا ہاتھ بڑھایا۔ نہ صرف یہ کہ دوسروں سے بھی کچھ لکھوا کر بھیجا، بلکہ ان کے پاس جو معلومات تحریری شکل میں تھے وہ بھی پیش کر دیے۔ یہ مفید معلومات ان اصحاب کے حوالے سے کتاب میں درج کیے گئے ہیں۔ ملک العلماء کے ایک مکتوب (مورخہ ۵ شوال ۱۳۶۴ھ/۱۲ ستمبر ۱۹۴۵ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزاری باغ (بہار) کے ایک صاحب جناب خورشید احمد، آفتاب ہدایت کے نام سے اعلیٰ حضرت کی سوانح حیات مرتب کرنے کی فکر میں تھے۔ خورشید احمد صاحب یا ان کی کتاب کے بارے میں پھر کوئی اطلاع نہیں ملی غالباً کتاب مرتب اور شائع نہ ہو سکی۔ بارہ سال کی محنت کے بعد یہ کتاب چار جلدوں میں مکمل ہوئی، اس کی ابتداء ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۸ء میں ہوئی اور اختتام ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۱ء میں۔ باعتبار ختم تالیف تاریخی نام مظہر المناقب تجویز ہوا۔ جلد اول کا مبیضہ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ کو مکمل ہوا۔ یہ جلد مولوی سید ایوب علی مرحوم کی توجہ سے مکتبۂ رضویہ کراچی سے جولائی ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی، باقی جلدیں اب تک اشاعت پذیر نہ ہو سکیں۔ چاروں جلدوں کا مبیضہ بخط مصنف مولانا محمود قادری صاحب (خانقاہ قادریہ اشرفیہ بھوانی پور ضلع مظفر پور، بہار) کو فی بیش سال ہوئے اشاعت کے لیے مستعار لے گئے، لیکن اس کی کوئی جلد افسوس ہے اب تک وہ شائع نہ کر سکے۔ اس کی دوسری جلد خاص طور پر اہمیت رکھتی ہے جس میں تصانیف اعلیٰ حضرت کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ جلد دوم اور جلد چہارم کا مبیضہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی نظر سے گذرا ہے، ان کی بعض تحریرات میں ان کے حوالے ملتے ہیں۔

(۶۱) عید کا چاند: ۱۳۷۰ھ (نعت)

ایک جگہ چاند دیکھے جانے سے دوسری جگہ والوں کو روزہ رکھنے، روزہ کھولنے، عید کی نماز پڑھنے قربانی کرنے کا حکم کب ہوگا، ٹیلیفون، تار، ریڈیو، وائرلیس، اخبارات یہ سب خبر رسانی کے لیے ہیں یہ شہادت کے واسطے۔ ان مسائل پر یہ رسالہ تصنیف کیا گیا جس میں ہندوستان کے مختلف مقامات، مختلف خیال اور مختلف مسلک کے ۹۵ مشہور علمائے سابقین و معاصرین کی تحریرات فتاویٰ و تصدیقات بھی درج کیے گئے ہیں۔ ابتدا میں ایک دیندار نوجوان، ملک العلماء کے عقیدت مند و مسترشد قیس محمد خاں استاد محمڈن اینگلو عربک اسکول پٹنہ سٹی کی تمہید ہے۔ پھر ان کے چھ استفسارات مسئلہ رویت ہلال کے سلسلے میں، اس کے بعد ملک العلماء کا ۸۰ صفحات کا تفصیلی جواب ہے جو شوال ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۲ء کو سپرد قلم کیا گیا۔ اس میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا ۶ صفحوں کا نادر رسالہ ازکی الھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال[1] نقل کر کے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ جن علما کے جوابات نقل کیے گئے ہیں ان میں ہر مدرسۂ فکر کے اصحاب ہیں مثلاً مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب بریلوی، حضرت شاہ بدرالدین صاحب سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف، مولانا مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی، مجددی، دہلوی، مولانا عبدالقادر فرنگی محلی، مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی مولانا محمد شفیع دارالافتا، دارالعلوم دیوبند، مولانا عبدالخبیر عظیم آبادی صدر جماعت اہل حدیث پٹنہ، مولانا ابوالکلام، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا کفایت اللہ دہلوی، مولانا احمد سعید دہلوی۔ ان سارے علما کی رائے ہے کہ رویت ہلال کے بارے میں تار، ٹیلیفون، ریڈیو وغیرہ آلات کی دی ہوئی خبریں شرعاً غیر معتبر ہیں۔

مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ کتب خانے میں محفوظ ہے۔ یہ رسالہ قیس محمد خاں صاحب کی کوششوں سے شاہ محمد صابر حسن خاں صابری فاروقی کے ذریعہ برقی پریس دہلی سے ۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا۔ صفحات ۱۱۱

(۶۲) **تنویر المصباح عند حی علی الفلاح**: ۱۳۷۱ھ (فقہ)

جماعت کی نماز میں امام اور مقتدی سبھوں کو تکبیر کے حی علی الفلاح کہنے کے وقت اٹھنے اور اس سے قبل بیٹھے رہنے کے ندب و استحباب پر یہ رسالہ تصنیف کیا گیا۔ ۸۰ مشاہیر علمائے ہند کی تصدیقات بھی درج ہیں، آخر میں رسالۂ مبارکہ الوظیفۃ الکریمہ مؤلفہ اعلحضرت فاضل بریلوی سے منتخب ادعیہ ان سطور کے ساتھ درج کی گئی ہیں۔

"فقیر حقیر محمد ظفرالدین قادری رضوی غفرلہ المولی القوی اپنے سنی صحیح العقیدہ حنفی بھائیوں کو ان دعاؤں کے پڑھنے کی اجازت دیتا ہے کما اجازنی شیخی و مرشدی قدس سرہ بسندہ المتصل المرفوع، وھو حسبی ونعم الوکیل"

مرتبہ قیس محمد خاں قادری شائع کردہ شاہ محمد صابر حسن خاں صابری فاروقی مطبع جید برقی پریس دہلی ۱۹۵۱ء صفحات ۸۰

اس مضمون کی تحریر کے دوران ملک العلماء کے لکھے ہوئے کچھ اور رسائل کا پتا چلا، افسوس ہے ان کے بارے میں مکمل معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔

(۶۳) **ظفرالدین الطیب**: (مناظرہ)

یہ رسالہ ظفرالدین الجید کی اشاعت کے بعد مرتب ہوا جیسا کہ مصنف کی ایک تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔

---

[1] اس موضوع پر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل رسالہ انقناع المحال فی رویۃ الھلال (دہلی، ۱۳۷۰ھ) تصنیف کیا ہے۔

(۶۴) اصلاح الایضاح : (فقہ)

اس رسالے کے کچھ اوراق دستیاب ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی رسالہ ایضاح کے رد میں ہے۔ اس کی ابتدائی سطریں یہ ہیں :

"میں اس تحریر کو گیارہ حصوں : ایک تمہید، نو فصول اور ایک خاتمے پر ترتیب دیتا ہوں اور از آنجا کہ یہ رسالہ مولوی صاحب کے رسالہ ایضاح کی اصلاح ہے اس لیے کہ اس کا نام اصلاح الایضاح رکھتا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو عام مسلمان بھائیوں کے لیے نافع اور مولوی صاحب کے اوہام کا دافع بنائے۔ ویجعل ذالک خالصًا لوجھہ انہ علیٰ ما یشاء قدیر وصلی اللہ تعالیٰ علی البشیر النذیر وآلہ وصحبہ اجمعین۔"

ان مولوی صاحب کا نام کہیں مذکور نہیں ہوا، صرف یہ لکھا ہے کہ مدرسۂ عزیزیہ بہار شریف ضلع پٹنہ کے مدرس اول ہیں۔ مدرسۂ عزیزیہ صوبۂ بہار کے ایک مردم خیز قصبہ بہار شریف (جہاں حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار واقع ہے) میں جو اب ضلع بن گیا ہے، واقع ہے۔ یہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے بعد اس صوبے کی مشہور اور قدیم درسگاہ ہے اور اب بھی اسی جگہ اسی قدیم عمارت میں واقع ہے۔ یہ حکومت کے مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کی نگرانی میں چل رہا ہے مسئلے کا تعلق کتاب النکاح سے ہے۔

(۶۵) مجموعۂ فتاویٰ : (فقہ)

فتاویٰ کی ایک اور جلد مل گئی ہے۔ اس کی سات ابتدائی سطریں ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھی ہوئی ملتی ہیں حمد و نعت کے بعد تحریر فرماتے ہیں :

"فقیر بارگاہ رضوی محمد ظفر الدین بہاری مجیدی قادری برکاتی غفرلہ ملطفی بماسیأتی ملتمس کہ یہ چند استفتاء جوابات ہیں جو بزمانۂ قیام بریلی شریف سائلوں کے جواب میں لکھے گئے۔ عام مسلمانوں کے فائدے کے لیے کتابی شکل میں ایک جگہ جمع کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کی توفیق بخشے اور اس سے مسلمانوں خصوصًا حنفی بھائیوں کو فائدہ پہنچائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز وھو حسبی ونعم الوکیل۔"

یہ پورا مجموعہ مجھ کم سواد کا، نوعمری کے زمانے کا نقل کیا ہوا ہے جب عربی و فارسی کی ابتدائی کتابیں زیر درس تھیں اور ہنوز مدرسے میں داخل نہیں ہوا تھا۔ ابتدائی صفحات میں جا بجا ملک العلماء کے قلم سے اصلاحات ہیں، اور جہاں الفاظ و فقرات مجھ سے نہیں پڑھے گئے تھے اور جگہ سادہ چھوڑ دی تھی، یا کچھ عبارات سہواً مجھ سے چھوٹ گئے تھے وہاں مفتی علّام نے اپنے قلم سے درست کر دیے ہیں یا اضافے کر دیے ہیں۔ پہلا استفتا حافظ عبدالکریم اعظم گڑھ کا ہے جس پر تاریخ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ درج ہے۔ استفسارات ۱۳۲۳ھ اور ۱۳۲۴ھ کے ہیں۔ آخر میں ایک استفسار اور اس کے جواب کی نقل بھی راقم الحروف کے قلم سے ہے جو ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۵۹ھ کا تحریر کردہ ہے۔ دوسرا غلام دستگیر خاں صدر جمعیت اہل السنت والجماعۃ بنگلور جنوبی ہند کے جواب میں ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۴۰ء کا تحریر کردہ ہے۔ یہ اعزہ میں کسی کا نقل کردہ ہے۔ صرف آخری د

استفتا اور ان کے جوابات بعد کے ہیں ورنہ پورا مجموعہ ۱۳۲۳ھ اور ۱۳۲۴ھ کے فتاووں پر مشتمل ہے۔ یہ اس زمانے کی تحریرات ہیں جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل نہیں ہوئے تھے، درس لے رہے تھے اور اعلیٰحضرت سے فتویٰ نویسی سیکھ رہے تھے۔ اس مجموعے میں دو تین مختصر فتاوے اعلیٰحضرت کے لکھے ہوئے بھی ملتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اصل مسودات جن سے پچاس ساٹھ سال پہلے میں نے یہ نقل تیار کی تھی، تلاش کے باوجود نہیں ملے۔ کتب خانہ افسوس ہے کہ ایک جگہ جمع نہیں رہ سکا۔

اعلیٰحضرت کے خلیفہ اور ملک العلماء کے قریبی دوست حاجی محمد لعل خاں صاحب کلکتہ نے ان کی مختصر سوانح حیات لکھی تھی جو الجواہر البیان فی ترجمہ خیرات الحسان کے آخر میں چھپنے والی تھی۔ کتاب تو حاجی صاحب نے کلکتہ سے ۱۹۱۹ء میں شائع کردی لیکن مترجم کے حالات زندگی کسی وجہ سے شائع نہیں ہو سکے۔ یہ اس نسخے کے آخر میں موجود ہے جو کلکتہ کے کاتب مطبع کے پاس رہا ہے۔ آخری صفحے پر تصانیف کی فہرست ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ تک (جب وہ مدرسہ کبیریہ سہسرام کے سربراہ تھے) ۲۵ کتابیں تصنیف و تالیف کر چکے تھے۔ ان میں حسب ذیل تین کتابوں کے نام درج ہیں جن کا ذکر کہیں اور نہیں ملا:

(۶۶) التحقیق المبین لکلمات التوبدین ۱۳۳۰ھ

(۶۷) أطیب الاکسیر فی علم التکسیر ۱۳۲۰ھ یہ رسالہ نمبر (۴۰) کا ممکن ہے نقش اول ہو۔

(۶۸) ندوۃ العلماء ۱۳۲۸ھ

(۶۹) رسالہ:

ملک العلماء کے ایک علمی و دینی رسالے کا مسودہ ان کی رحلت کے بعد بعض اعزہ کو کتب خانے میں ملا تھا۔ یہ رسالہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے شائع ہونے والے رسالہ اشرفیہ میں شائع ہو گیا تھا۔

یہاں ملک العلماء کے مرتب کیے ہوئے ایک اور رسالے کا ذکر نامناسب نہ ہوگا۔

(۷۰) جامع الاقوال فی رویۃ الہلال: ۱۳۵۷ھ (فقہ)

مسئلہ رویت ہلال، اختلاف مطالع طریق موجب عدم اعتبار خطوط و تار وغیرہ میں علمائے سابق و حال کے تینتیس ۳۳ فتوی کا نایاب مجموعہ۔ یہ رسالہ ایک مقدمہ، تین فصول اور ایک خاتمے پر مرتب ہے۔ فصل اول میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا غیر مطبوعہ رسالہ طرق اثبات الہلال ۱۳۲۰ھ جس کی نقل ملک العلماء کے پاس تھی اور جو ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے، پیش کیا گیا ہے۔ فصل دوم میں علمائے سابقین کے مطبوعہ فتاووں سے اختلاف مطالع و طریق موجب خطوط و تار کے متعلق استفسارات اور ان کے ارشادات درج کیے گئے ہیں اور فصل سوم میں علمائے عصر سے استفتا کے جوابات ہدیۂ ناظرین کیے گئے ہیں۔ خاتمہ میں شکریہ و شکایت ہے۔ اس میں استاذی حضرت مولانا سید شاہ عبید اللہ قادری الجری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۸ھ) سابق استاذ تفسیر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے رسالہ احسن المقال فی رویۃ الہلال (پٹنہ، ۱۳۵۷ھ) کا علمی رد ہے اور آخر میں معاصرانہ چشمک اور قدیم رفاقت و بے تکلفی کی وجہ سے جو کچھ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے لکھا تھا اس کا دلچسپ جواب۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے صاحبزادے اور میرے بزرگ دوست مولانا سید احمد عروج قادری مرحوم (متوفی ۱۹۸۶ء) نے اسے دوبارہ پٹنہ سے ۱۳۶۶ھ میں چھاپا تو انھوں نے انھی کے لفظوں میں "پہلی اشاعت کی وہ تمام عبارتیں جو وقتی تھیں اور اصل موضوع سے ان کا کچھ تعلق نہ تھا، اس اشاعت میں نکال دی ہیں":

جامع الاقوال کا مسودہ بخط ملک العلماء کتاب خانے میں محفوظ ہے۔ بعض وجوہ کی بنا پر یہ رسالہ شاہ محمود حسین (عرف شاہ محمود) برادر شاہ حامد حسین سجادہ نشین درگاہ شاہ ارزاں کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ مطبوعہ شمسی پریس، گورہٹہ پٹنہ سٹی، ۱۳۵۰ھ صفحات ۱۹۱۔

مولانا محمود احمد قادری (مصنف تذکرہ علمائے اہلسنت) نے ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں چار قسطوں میں ایک مضمون ملک العلماء کی خدمت حدیث پر ۱۹۷۹ء میں شائع کیا تھا، مجھے اس کی صرف دو قسطیں دیکھنے کو ملیں۔ اس میں انھوں نے ملک العلماء کی کل تصانیف کی تعداد ایک سو ساٹھ (۱۶۰) لکھی ہے۔ مجھے فی الحال ان کی انھی تصانیف کا علم ہو سکا جن کا ذکر اوپر گزرا۔

اب کچھ ذکر اس کتاب کا ہوتا ہے جو ان کی تصانیف میں سب سے زیادہ اہم ہے اور جس پر عمر کا بڑا حصہ انھوں نے صرف کیا ہے۔

صحیح البہاری

ہندوستان کے مدارس اسلامیہ میں عام طور پر صحاح ستہ، مشکوٰۃ المصابیح اور بلوغ المرام وغیرہ کا درس دیا جاتا ہے۔ درس نظامی میں بھی یہی کتب احادیث رائج ہیں۔ ان کے مؤلفین شافعی المسلک ہیں اور ان کتابوں میں زیادہ تر وہی احادیث ملتی ہیں جو شافعی مسلک کی مؤید ہیں۔ ان میں مختلف فیہ مسائل کے متعلق وہی روایات درج کی گئیں ہیں، یا ان کو ترجیح و تقدیم دی گئی ہے جو ان محدثین کے مسلک کے مؤید تھیں۔ مختارات مذہب حنفی کی بنیاد جن اخبار و آثار پر ہے ان کا ذکر نہیں کیا گیا یا کیا گیا تو رد و انکار کے ساتھ (!) شرحیں اور حواشی بھی انھی کتابوں کے لکھے گئے اور کچھ اردو ترجمے بھی ہوئے تو انھی کتب حدیث کے۔ اس طرح غیر منقسم ہندوستان میں کئی صدیوں تک شافعی علماء کے تیار کردہ احادیث کے مجموعوں کی ترویج و اشاعت ہوتی رہی۔

گیارہویں صدی ہجری میں شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ (۹۵۸-۱۰۵۲ھ) شاید پہلے حنفی عالم ہیں جنھوں نے مسلک احناف کی تائید میں ایک مجموعہ احادیث فتح المنان فی تائید مذهب النعمان کے نام سے مرتب کیا۔[۱] اس کے بعد علامہ سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی (۱۱۴۵-۱۲۰۵ھ) نے عقود الجواهر المنيفه فی ادلة امام ابی حنیفہ تصنیف کی۔ یہ دونوں رسالے مسلک حنفی کی تائید میں لکھے گئے۔

خالص محدثانہ انداز میں حنفی نقطۂ نظر سے ہندوستان میں جو پہلا مجموعہ احادیث مرتب ہوا، وہ علامہ ظہیر احسن شوق نیموی بہاری (۱۲۷۸-۱۳۲۲ھ) کی آثار السنن ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۸ھ میں ۲۱۱ صفحات پر قومی پریس لکھنؤ میں چھپی، افسوس کہ یہ مکمل نہ ہو سکی، کتاب کا خاتمہ باب فی زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اچانک ختم ہو گیا ہے اس کے بعد کے ابواب وہ لکھنا چاہتے تھے لیکن بوجوہ اس میں تاخیر ہوتی گئی تا آں کہ مؤلف علام کی وفات ہو گئی۔ یہ مختصر سی کتاب علمائے احناف میں قدر کی نظر سے دیکھی گئی اور میری طالب علمی کے زمانے میں بہار کے مدارس میں ہمارے درس میں شامل تھی، ممکن ہے کہیں کہیں اب بھی پڑھائی جاتی ہو۔

یہ دیکھ کر کہ یہ مختصر سی کتاب ہے اور اس سے احناف کی ضرورت پوری نہیں ہوتی، ملک العلماء فاضل بہاری نے احادیث کا سارا ممکن الحصول مجموعہ کھنگال کر صرف وہی احادیث صحیحہ جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا جو مؤید مسلک اہل سنت و احناف ہوں اور فقہ حنفی کا ماخذ و مصدر۔ انھوں نے وہ تمام روایات جمع کیں جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ

ـــــــــــــــــــ

۱؎ تقریظ مولانا سید علی اصغر جعفری زینبی

۲؎ مشہور عالم و محدث اور محقق مولانا حبیب الرحمن اعظمی حفظہ اللہ کی اطلاع کے مطابق اس کے دو نسخے مئوناتھ بھنجن (اعظم گڑھ) اور جامعہ علیہ اسلامیہ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ ان صفحات کی کتابت ہو چکی تھی کہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ کو ان کی وفات حسرت آیات کی اطلاع آئی رحمہ اللہ رحمۃ کاملۃ واسعۃ۔

الیسار یا ہو جس کی سند واستشہاد میں کوئی خبر اور اثر پیش نہیں کی گئی ہو۔

ملک العلما نے اس کتاب کی جمع و تبویب میں عمر کا خاصا حصہ صرف کیا۔ فقہی ابواب کی ترتیب پر، انھوں نے اسے چھ جلدوں میں مکمل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کا نام الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری[1] رکھا۔ ترتیب اس طرح تھی۔ جلد اول: کتاب العقائد۔ جلد دوم: کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ۔ جلد سوم: کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب الصوم۔ جلد چہارم: کتاب النکاح تا کتاب الوقف۔ جلد پنجم: کتاب البیوع تا کتاب الغصب۔ جلد ششم: کتاب الشفعہ تا کتاب الفرائض۔ ہر جلد ایک ہزار صفحات پر مرتب کرنے کا خیال تھا۔ جلد اول یعنی کتاب العقائد میں اختلافی مسائل تھے اس لیے اسے پہلے نہ شائع کرکے دوسری اور تیسری جلد جو طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج پر مشتمل تھی شائع کرنے کا منصوبہ فاضل مؤلف نے بنایا، اس لیے کہ عام مسلمانوں کو ان مسائل کی واقفیت کی زیادہ ضرورت ہے۔

صحیح البہاری کی جلد دوم جو طہارت و صلوٰۃ کی احادیث پر مشتمل ہے، آسانی کے لیے چار حصوں میں شائع کی گئی۔ پہلا حصہ یعنی کتاب الطہارۃ، ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۲۲۳، احادیث درج ہیں۔ یہ حصہ شیخ غفور بخش کے ابوالعلائی الکٹرک پریس آگرہ سے ۱۹۳۱ء میں چھپا۔ بقیہ تین حصے جو کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل ہیں، سید منظر علی وسنوی کے برقی پریس، سبزی باغ پٹنہ سے ۱۹۳۲ء میں چھپنے شروع ہوئے اور ۱۹۳۷ء میں اختتام پذیر ہوئے۔ دوسرا حصہ ۲۸۸ صفحات پر مکمل ہوا اس میں ۲۶۹۰ حدیثیں ہیں۔ تیسرے حصے کے صفحات ۲۱۶ ہیں اور حدیثوں کی تعداد ۱۳۶۲ ہے۔ چوتھے حصے کے صفحات کی تعداد ۲۳۹ ہے اور یہ ۱۸۴۹ احادیث پر مشتمل ہے۔ مکمل جلد کے صفحات ۹۶۰ ہیں اور احادیث کی مجموعی تعداد ۹۲۸۷ تک جا پہنچی ہے۔ مختصر لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں صحیح البہاری کی مطبوعہ جلد تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور احادیث کی تعداد دس ہزار کے قریب ہے۔

مقدمہ جو ۵۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے ہر طرح قابل قدر ہے۔ اس میں اصول حدیث کے ضروری فوائد ۱۲ فصلوں میں لکھے گئے ہیں جن میں نہایت قیمتی علمی معلومات درج ہیں، جن کا جاننا حدیث شریف کے مطالعہ کرنے والوں کے لیے بیحد ضروری ہے۔ مقدمہ تحریر کرتے وقت مؤلف علام کے پیش نظر اصول حدیث کی امہات کتب تھیں لیکن سب سے زیادہ استفادہ انھوں نے اعلیٰ حضرت کے ان تفردات سے کیا ہے جنھیں برسوں پہلے انھوں نے بڑی توجہ وانہماک سے جمع کرکے الافادات الرضویہ کے نام سے مرتب فرمایا تھا۔

صحیح البہاری کی اشاعت کے بعد اسے عظیم الشان علمی و دینی کارنامہ قرار دیا گیا اور ہر مدرسۂ فکر کے لوگوں نے اس کتاب کی پذیرائی کی۔ علما نے اس پر تقریظات لکھیں، اور علمی و دینی اخبارات و رسائل میں بہت اچھے تبصرے شائع ہوئے۔ مولانا حکیم سید الرحمٰن خاں تلمیذ رشید اعلیٰ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا عبدالقدیر پروفیسر حدیث و صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ، مولانا سید شاہ محی الدین زیب سجادہ علیہ مجیبیہ امیر شریعت صوبہ بہار، مولانا حیدر شریف مہتمم امداد المعارف مدرسۂ نظامیہ

---

[1] جلد اول (کتاب العقائد) کے اس نسخے پر جو بخط مصنف ہے، جلی قلم سے نام صحیح الرضوی لکھا ہوا ہے، ممکن ہے پہلے یہی نام رکھا ہو لیکن جب کام زیادہ پھیلا تو "سنن" پر "جامع" کو ترجیح دے کر مؤلف رحمۃ نے نام الجامع الرضوی رکھ دیا ہو۔ جلد اول کا مسودہ بخط مؤلف رحمۃ اللہ علیہ راقم کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ ہے۔ صفحات ۲۶۱، سطور ۱۹ فی صفحہ۔ اس میں تقریباً ۷۰ ابواب ہیں اور احادیث کی تعداد کا تخمینہ تین ہزار کے قریب ہے۔ اس جلد کی ترتیب کی ابتدا ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ کو ہوئی۔

حیدرآباد، مولانا سید حیدر ولی اللہ قادری ناظم دارالعلوم لطیفیہ خانقاہ حضرت قطب ویلور، مدراس، مولانا شاہ عزالدین پھلواری ادیب دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ، مولانا شاہ محمد حبیب الحق سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ، مولانا سید علی اصغر جعفری زینبی صدر مدرس مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ اور کچھ دوسرے علمائے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کو زبردست خراج تحسین ادا کی۔ مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریا بادی، مولانا ثناء اللہ امرت سری، حکیم معراج احمد امرت سری نے علی الترتیب معارف، سچ، اہل حدیث اور الفقیہ میں بہت اچھے تبصرے لکھے اور اس کتاب کو علم حدیث و فقہ حنفی کی بہت مفید خدمت بتائی۔ حضرت مولانا شاہ سلیمان چشتی قادری پھلواروی، حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث بانیِ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی تلمیذ رشید حضرت مولانا انور شاہ کشمیری صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، کتاب کی قدر و قیمت کے معترف اور اس کے مؤلف کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔

صحیح البہاری آج سے نصف صدی پہلے شائع ہوئی تھی۔ اس کے نسخے کمیاب ہی نہیں اب نایاب ہو گئے تھے۔ دوسرے اڈیشن شائع کرنے کی عرصے سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی لیکن کل اُمر مرھون باَوقاتھ احادیث نبوی کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی سعادت، یعنی بَلِّغُوا عَنِّی وَلَوْ آیَةً (بخاری) والے ارشاد گرامی کی تعمیل، پاکستان کے چند عزیز کرم فرما حضرات کے لیے مقدر ہو چکی تھی جن کی توجہ و عنایت سے یہ کتاب دوبارہ شائع ہو کر منظر عام پر آ رہی ہے۔ خدا انھیں جزائے خیر دے اور انھیں توانا و تندرست رکھے کہ وہ بدستور دینی و علمی خدمات انجام دیتے رہیں۔

یہ چند صفحات مصنفِ علام ملک العلما فاضل بہار پر بعض حضرات کی فرمائش پر جن میں صرف اُن کی زندگی اور تصانیف پر گفتگو کی گئی ہے، ارتجالاً لکھ دیے گئے ہیں، یہ اوراق ان شاء اللہ ایک مکمل سوانح عمری کے لیے جس کی ترتیب و اشاعت کی ضرورت ہے، پیش خیمہ ثابت ہوں گے۔

یکم رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ
۷ مارچ ۱۹۹۲ء
ناظم منزل ۴/۲۸۶ امیر نشاں روڈ
علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲ (ہندوستان)

مختار الدین احمد
سابق صدر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اعلیٰحضرت عظیم البرکۃ مولٰنا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں

ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی تعظیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم، تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے اُستاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام و نشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے، دوستی، اُلفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بنا پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا؟ اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جُبّے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام و علم و ظاہری فضل کو لے کر کیا کریں؟ کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم و فنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر بُرے سے بدتر بُرا نہ جانا یا اسے بُرا کہنے پر بُرا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پروائی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تم ہی انصاف کر لو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے۔ قرآن و حدیث نے جس پر حصولِ ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دُور نکل گئے۔ مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہو گی وہ ان کے بدگو کی وقعت کر سکے گا اگرچہ اس کا پیر یا اُستاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو، کیا جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو، واللہ اپنے حال پر رحم کرو۔

(تمہید ایمان ص ۶-۷ مطبوعہ لاہور)